کتاب التصوف

مسمیٰ بہ

لطائف المعارف

از

مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی قدس سرہٗ

شائع کردہ

رضا اکیڈمی

۵۲ ڈونٹاڈ اسٹریٹ، کھڑک، ممبئی ۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بفیض حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کتاب التصوف

مسمیٰ بہ

لطائف المعارِف

از

مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قدس سرہٗ

شائع کردہ

رضا اکیڈمی

۵۲، ڈونٹاڈ اسٹریٹ، کھڑک، ممبئی ۹ فون : ۶۶۳۴۲۱۵۶ (۰۲۲)

سلسلۂ اشاعت نمبر ۴۷

نام کتاب .... کتاب التصوف مسمیٰ بہ لطائف المعارف

مؤلف .... مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قدس سرہٗ

سن اشاعت ...... ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء بموقع عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تعداد اشاعت..... ایک ہزار (۱۰۰۰)

ناشر .... رضا اکیڈمی، ۵۲، ڈونٹاڈ اسٹریٹ، کھڑک، ممبئی ۹

مطبع .... رضا آفسیٹ، ممبئی ۳

ملنے کے پتے

۱ کتب خانہ امجدیہ، مٹیا محل، دہلی ۶ فون: ۲۳۲۴۳۱۸۷

۲ فاروقیہ بک ڈپو، مٹیا محل، دہلی ۶ فون: ۲۳۲۶۶۰۵۳

۳ رضوی کتاب گھر، مٹیا محل، دہلی ۶ فون: ۲۳۲۶۴۵۲۴

۴ نیو سلور بک ایجنسی، محمد علی روڈ، ممبئی ۳ فون: ۲۳۴۷۸۹۷۰

۵ اقرا بک ڈپو، محمد علی روڈ، ممبئی ۳ فون: ۲۳۴۱۰۱۴۰

۶ مکتبۂ رضا، ۵۲، ڈونٹاڈ اسٹریٹ، کھڑک، ممبئی ۹ موبائل: ۹۸۶۹۱۶۱۰۶۹

فہرست

پہلا باب

دوسرا باب

ضمیمہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلي ونسلم على رسوله سيدنا محمد
خاتم النبيين و على آله و أصحابه و أولياء أمته

پیش لفظ

کتاب التصوف مسمی بہ لطائف المعارف تصوف کے موضوع پر آج سے تقریباً پچیس سال قبل حضرت قبلہ سیدی وسندی ومرشدی ومولائی شاہ محمد عبد العلیم الصدیقی القادری نور اللہ مرقدہ (۲۳؍ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۲؍اگست ۱۹۵۴ء) نے تصنیف فرمائی۔ اور پہلی بار اعظم اسٹیم پریس حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی۔ تصوف کے شائقین میں اس کتاب کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی اور وابستگان سلسلۂ عالیہ علیمیہ قادریہ اس سے مستفید ہوتے رہے۔ کچھ عرصہ ہوا اس کے تمام نسخے ختم ہو گئے۔ اس عرصہ میں اس عاجز کے واسطہ سے پاکستان میں، نیز عالمی تبلیغی اسفار کے دوران ایشیا کے دوسرے ممالک، افریقہ، یورپ اور امریکہ میں، نئے افراد سلسلہ عالیہ میں داخل ہوتے رہے ہیں۔ یہ نئے افراد بیشتر انگریزی بولنے والے ہیں۔ مگر ان میں صدہا ایسے بھی ہیں جو پاکستان میں اور پاکستان سے باہر دور افتادہ علاقوں، مثلاً سرنیام (جنوبی امریکہ) میں آباد ہیں اور ان کی مادری زبان اردو ہے، ان اردوداں وابستگان سلسلہ کی تربیت کے لیے خصوصیت سے اس امر کی شدید ضرورت محسوس ہوئی کہ کتاب التصوف کو دوبارہ طبع کیا جائے۔ چنانچہ الحلقۃ العلیمیۃ القادریۃ العالمیۃ کراچی کی جانب سے اس کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اس سے قبل اس حلقہ کی جانب سے شجرہ شریف، نیز ذکر حبیب ﷺ حصہ اول وحصہ دوم شائع ہو چکے ہیں۔ اس کار خیر

میں شرکت کرنے والے حلقۂ پاکستان کے بعض اراکین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس کا بہترین اجر عطا فرمائے، اور تمام اراکین سلسلہ کو دین متین کی اعلیٰ ترین خدمت کی سعادت بخشے۔ آمین۔

سلسلہ عالیہ علیمیہ پانچ نسبتوں یعنی قادری، چشتی نقشبندی، سہروردی اور شاذلی کا حامل ہے، لیکن ان سب میں خصوصی مقام قادری نسبت کو حاصل ہے اور قادری سلوک ہی اس وقت سلسلہ میں دائر۔ اس لئے کتاب التصوف کے موجودہ ایڈیشن میں اراکین سلسلہ کی فوری عملی ضرورت کے اعتبار سے صرف سلوک قادریہ کو شامل کرنے پر اکتفا کیا گیا۔ اصل کتاب میں دوسرے چار سلاسل کے سلوک کا جو بیان ہے اس کو ان شاءاللہ چار جداگانہ رسالوں کی صورت میں اضافوں اور تشریحات کے ساتھ علیحدہ شائع کیا جائے گا۔ نیز ہپناٹزم پر جو باب ہے اس کو ان جدید ترین تحقیقات کی روشنی میں جو یورپ اور امریکہ میں علم النفس کے اس شعبہ میں جو PARAPSYCHOLOGY کہلاتا ہے از سر نو مرتب کر کے پیش کیا جائے گا۔ موجودہ صورت میں یہ کتاب اراکین سلسلہ کی بنیادی علمی ضروریات کے لیے کافی ہے۔ درسیات تصوف کا جو نصاب وابستگان سلسلہ کے لئے تجویز کیا گیا ہے اس کی یہ پہلی کتاب ہے، باقی کتابیں بھی ان شاءاللہ تعالیٰ یکے بعد دیگرے پیش کی جائیں گی۔ انگریزی اور دوسری زبانوں میں بھی درسیات تصوف کا ایک نصاب اسی طرح زیر ترتیب ہے، اللہ تعالیٰ تکمیل کی سعادت ارزانی فرمائے۔ آمین! وما توفیقنا الا باللہ العلي العظيم.

المفتقر الی اللہ الباری

محمد فضل الرحمٰن الانصاری القادری

رئیس الخلفاء سلسلہ عالیہ علیمیہ قادریہ

۱۹۶۳ء

پہلا باب

افکار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلي على رسوله الكريم

تلاش حق

حمد کے قابل خالق کون و مکان۔ نعمت کے مستحق سید انس و جان ﷺ، اس نے سارے عالم کو بنایا۔ انہوں نے عالم کو مقصد حیات بتایا۔ اس کی نعمتیں اس کا کرم ایسا عظیم کہ کتنی بھی کوشش کرو گننا شمار کرنا اور گھیرنا محال۔ ان کی رحمت ایسی وسیع کہ جو کچھ ملا انہیں کے صدقہ میں، جو کچھ بنا انہیں کے طفیل میں۔ مگر وائے بد قسمتی، آج کوئی چائے کی پیالی، پان کی گلوری، بلکہ معمولی ایک الائچی بھی دے تو آداب کے لئے جھک کر سلام کریں، کسی نے ذرا سا احسان کر دیا تو شکریہ ادا کرتے کرتے زبان سوکھتی ہے، کوئی قوت رکھتا ہے، نعمت رکھتا ہے، دولت مند ہے، تو ہزار جتن کئے جاتے ہیں کہ اس سے روابط بڑھیں، تعلقات پیدا ہوں، ہم اسے پہچانیں، وہ ہمیں جانے، معمولی سلام دعا نہیں دوستی، دوستی نہیں بلکہ محبت، اور محبت بھی بے تکلف محبت۔ کسی نہ کسی طرح حاصل ہو ہی جائے۔ کون ہے جسے بادشاہ کا مقرب بننے کی تمنا نہ ہو۔ کون ہے جس کے دل میں دنیا کی محبت کا درد رہ رہ کر چٹکیاں لیتے ہوئے ہر اس قوت اور صاحب قوت، دولت اور صاحب دولت، دنیا اور اہل دنیا سے ہم آغوش ہونے کے ولولے نہ پیدا کرتا ہو۔

مگر یہ محقق ہوتے ہوئے کہ دنیا کا بنانے والا وہ پروردگار، دولت کا دینے والا وہ کردگار، ساری چیزوں کا وہی والی و مختار، اصل کو چھوڑنا اور شاخوں سے لٹکنا، مکین کو چھوڑنا اور مکان سے دل لگانا، اس سے زیادہ بے سمجھی کی بات اور کیا ہو گی؟ ہوش کی

آنکھیں جب کھلتی ہیں، عقل کے ناخن جب لیے جاتے ہیں، حواس جب درست ہوتے ہیں، ہر زمانہ، ہر ملک، ہر قوم اور ہر گروہ میں کچھ افراد ایسے نکلتے ہیں جن کو یہ فکر دامن گیر ہو، اور اس اصل اصول ذات واجب الوجود کی محبت کا ولولہ قلوب میں موجزن ہو کر اس کی طرف کھینچے۔ افریقہ کی بربریت ہو یا یورپ کی مادیت، امریکہ کی حریت ہو یا ایشیا کی دلربایانہ انسانیت، ہر فضا میں اس نہال محبت کی آبیاری ہوتی ہے اور کوئی نہ کوئی مائی کا لال ایسا ضرور نکلتا ہے جو چشم بصیرت سے کام لے کر اس عقل اول، علت اولیٰ، یا مایۂ حیات، روح حقیقی، ایزد داور، جہاں آفریں، پرماتما یا پرمیشور کی دھن میں لگتا، اس کے پریم میں متوالا بنتا، اور اس کے عرفان اس کی پہچان کے دریائے ناپیدا کنار میں غواصی کے لئے قدم اٹھاتا ہے۔ مبارک ہیں وہ ہستیاں جو اس مقصد کی طرف ہمت کریں، اور خوش نصیب ہیں وہ افراد جو اس کی طرف قدم اٹھائیں۔

کہا جاتا ہے کہ سقراط اسی دھن میں رہا۔ فیثا غورث کے دل میں بھی یہی لگن لگی، گوتم بدھ نے بھی اسی خیال میں متوالا بن کر راج پاٹ کو چھوڑا، کرشن کی بانسری بھی اسی لے کے الاپ میں مصروف رہی، بہر حال صورت عالم انسانیت کے منازل ارتقاء کی تاریخ کے جس ورق کا مطالعہ کیا جائے، جس باب کو کھولا جائے، اس شراب محبت کے بعض متوالے اپنی اپنی مستانہ شانوں میں اس کی محبت کے ترانے گاتے ہوئے نکلتے ضرور ہیں، لیکن عقل کے گھوڑے کتنے ہی دوڑائے جائیں، قوائے دماغی کو کتنا ہی کام میں لایا جائے، جنگلوں کی خاک چھانیں یا پہاڑوں کے غار جھانکیں، قطب شمالی سے جنوبی تک ایک ایک نقطہ پر نظر غائر ڈال جائیں، یوں تو اس کی شانیں ہر ہر ذرہ میں نمایاں اور وہ ہر رنگ میں عیاں:

فَفِی کُلِّ شَیْئٍ لَہٗ آیَۃٌ
تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

مگر باوصف کمال ظہور وہ ایسا مستور کہ انتہائے مقام تحقیق اول منزل واقفیت بھی نہیں۔ کمال شعور ابتدائے ادراک ذات کا مقدمہ بھی نہیں۔

آئینہ خیال میں جو شکل بھی محقق ہوئی، جب غور کیا تو وہ بھی میرے واہمہ کی ایک مخلوق، صغریٰ کبریٰ نے جس نتیجہ پر پہنچایا، وہ بھی میرے دائرہ علم میں محدود، فلسفہ کی موشگافیوں نے جس نقطہ کو پایا، وہ بھی میرے عقلیات کا ایک مفروضہ مجسمہ، اور وہ واجب الوجود، قادر مطلق خالق ہے نہ کہ مخلوق، محیط ہے نہ کہ محاط ومحدود، باقی ہے نہ کہ فانی، قدیم ہے نہ کہ حادث:

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وزہرچہ گفتہ و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ماہم چناں در اول وصف تو ماندہ ایم

پس رخش خیال تگ ودو سے ہارا، سمند عقل کے گھٹنے ٹوٹے:

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اس لق و دق بیاباں حیرانی اور بادیۂ پریشانی میں رحمٰن و رحیم کے ایک متوالے کی دلکش آواز درد والے لہجے میں:

مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ (ہم نے تجھے مکمل طور پر پہچانا ہی نہیں۔)

کا نغمہ تمام عالم انسانیت کی طرف سے وکیل و نائب ومختار بن کر پیش کرتی ہوئی سنائی دیتی ہے:

مَا عَرَفْنَاكَ (ہم نے تجھے نہیں پہچانا) کا سُر کسی دوسرے سر کا پتہ دیتا ہے۔ اس نا (یعنی ہم) کی ضمیر میں کوئی خاص رمز معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ آواز کس کی ہے، نغمہ بجانے والا کون ہے، اس نا کا قائل کون ہے؟ وہ جو عالم کو اس کی باتیں بتاتا ہے، دنیا سے اس کا کلمہ پڑھواتا ہے، زمانہ کو اس کی طرف بلاتا ہے، اور جہاں بھر کے سامنے اس کی آیات (نشانیاں) پیش فرماتا ہے۔ عرب کی اجاڑ بستی میں عقل و دانش وفلسفہ وحکمت کے مدرسوں سے دور، اس کا پتہ بتانے کے لیے:

﴿نَحۡنُ أَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ﴾ (ق:۱۶)

''ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔''

کا مژدہ دیتا ہے، پھر:

﴿وَ فِيۡ أَنۡفُسِكُمۡ أَ فَلَا تُبۡصِرُوۡنَ﴾ (الذاریات:۲۱)

''اور تمہارے اندر (نشانیاں) موجود ہیں، کیا تم دیکھتے نہیں؟''۔

فرماتے ہوئے نہ صرف پتہ نشان بلکہ دیکھنے دکھانے، پہچاننے پہچوانے کی دعوت دیتا ہے، عشق و محبت کا بادۂ گلفام اڑا کر صبغۃ اللہ کی رینی چڑھا کر، طلب سے محبت، محبت سے عشق، عشق سے محبوبیت کے مقام میں پہنچا کر قرب کا خلعت پہناتا ہے۔

ایک طرف مَا عَرَفۡنَاكَ سے عجز کا اقرار، دوسری طرف مقام عرفان پر فائز ہونے اور فرمانے میں یہ اصرار کہ:

اَلۡمَعۡرِفَةُ رَأۡسُ مَالِيۡ۔۔۔الحدیث

لِيۡ مَعَ اللّٰهِ وَقۡتٌ لَا يَسَعُنِيۡ فِيۡهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَ لَا نَبِيٌّ مُرۡسَلٌ۔

(اس حدیث کو شرح سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۲۳۹ کے ذیل میں نقل کیا گیا ہے) (۱/۱۳۳)

(اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرا ایک خاص وقت ہے جس میں کوئی مقرب فرشتہ میرے نزدیک ہوتا ہے نہ کوئی نبی مرسل۔)

اور ﴿اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِيۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ﴾

(آل عمران:۳۱)

''اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں محبوب بنالے گا۔''

پھر، مَا عَرَفۡنَا میں آخر کیا تھا؟ نفی عرفان تھی تو یہ اثبات کیسا؟ اثبات تقرب ہے تو یہ نفی کیسی؟

واقف حال کہتا ہے کہ نفی، نفی عرفان مجرد نہیں، بلکہ نفی عرفان بواسطہ ''انا'' ہے۔ یعنی یوں سمجھو کہ میں نے ڈھونڈا نہ پایا۔ میں نے کھوج لگایا پتہ نہ چلا، اس نے

خود بتایا، اسی نے خود پہنچوایا۔ یا یوں سمجھ لو کہ جب تک ''انا'' کا وجود بلکہ واہمہ وخیال بھی باقی ہے، عرفان ناممکن ۔ یہ پہچاننا اسی کی طرف سے پہنچوانا بھی اسی کی جانب سے:

تا در تو ز پندار تو ہستی باقیست
میداں بہ یقیں کہ بت پرستی باقیست
گفتی بت پندار شکستم رستم
ایں بت کہ تو پندار شکستی باقیست

سننے کے لئے کان اگاؤ، جاننے پہچاننے کے لئے آنکھیں ملاؤ، اس نے تو دیے ہیں مگر تم نے ان کو دوسری آوازوں سے بھرلیا، اس نے تو عطا کی ہیں، مگر تم نے ان کو دوسرے نظاروں میں محو تماشا کرلیا۔ جب توبہ کرو گے آواز غیر سے کان بہرے ہوں گے، جمال غیر سے آنکھیں بند ہوں گی اس کا کلام کانوں میں اس کا جمال آنکھوں میں، تم اس میں گم وہ تم میں نمایاں، تم اس میں مخفی، وہ تم میں عیاں:

گم شدن در گم شدن دین من است
نیستی در ہست آئین من است

کان کھولو اور اس کا کلام سنو، چشم حق بیں وا کرو، اور اس کی راہ دیکھو۔ وہ کلام ہے:

﴿إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾

(آل عمران:۳۱)

وہ راہ ہے:۔ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَ أَصْحَابِىْ (الحدیث)

(الترمذی:۲۷۱۱، باب ماجآء فی افتراق ھذہ الأمۃ)

(جس راہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں)

جس نے دیکھا اس طرح دیکھا، جس نے پایا اسی صورت سے پایا، کسب سے استعداد وہب پیدا کرو پھر:

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

اس کا طریق ہے:۔

﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾ (البقرۃ:۱۵۲)

(پس تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کرتا ہوں)

انبیاء و مرسلین کی بعثت اسی شاہراہ حقیقی کو پیش کرنے کے لیے تھی۔ اخلاء و محبوبین کی خلقت اسی شراب کا ساقی بنانے کے لیے تھی۔ منزل پر پہنچایا فقط انہی نے، محبوب سے ملایا صرف انہی نے، کجروی سے بچایا، ورطۂ ہلاکت سے نکالا، وہمیات سے چھڑایا، اس لیے کہ وہ اپنی عقل کے گھوڑے نہ دوڑاتے، وہ اٹکل کے تیر نہ مارتے، بلکہ وہی سناتے جو سنتے تھے، وہی بولتے تھے جو بلوائے جاتے تھے:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (النجم:۳)

''اور وہ اپنی مرضی سے نہیں بولتے، وہ تو وحی ہوتی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔''

الہامش از جلیل و پیامش ز جبرئیل
نطقش نہ از طبیعت و رایش نہ از ہوا

آج بھی جو اپنی کہے جھوٹا ہے، جو ان کی کہے سچا۔

ان اوراق میں آپ جو کچھ بھی دیکھیں گے وہ انہی کی تعلیمات کا مرقع۔ وہی اصول ہے جس کے یہ مختلف فروع، وہی جڑ ہے جس کی یہ مختلف شاخیں۔ سمجھ سے کام لیجئے۔ مقدمات کو بغور مطالعہ کیجئے۔ پھر قول کو چھوڑ کر عمل کی طرف قدم بڑھایئے اور منزل مقصود کو پایئے:

قال را بگزار و مرد حال شو
پیش مردے کاملے پامال شو

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ

مُبَسْمِلًا وَ حَامِدًا وَ مُحَمِّدًا (جل و علا)

وَ مُصَلِّيًا وَ مُسَلِّمًا مُحَمَّدًا (سلم اللہ تعالیٰ علیہ و صلی)

سلوک الی اللہ

خالق عالم نے انسان کو عجیب عجیب نعمتوں کے زیور سے آراستہ فرمایا۔ جس نعمت کو کام میں لایا جائے فائدہ اٹھایا جائے، انواع و اقسام کے غرائب کا انکشاف ہوتا جاتا ہے۔ بدن انسانی کے مختلف اعضاء ہی کو لیجئے، جس عضو سے کام لیا جائے نت نئی چیزیں اپنے آپ سامنے آتی جاتی ہیں، نجار (بڑھئی) اپنے ہاتھوں سے کام لیتا ہے، قسم قسم کے نئے نئے سامان بناتا ہے۔ انجینئر انجنوں کی ایجاد و اختراع کرتا ہے، معمار طرح طرح کے باریک سے باریک کام بناتا ہے، محل اور قلعہ تعمیر کر ڈالتا ہے، کاتب لکھتا ہے، کیا کیا گل کھلاتا ہے، آنکھوں سے کام لیجئے کیسے کیسے تماشے سامنے آتے ہیں، کانوں کو مصروف کار کیجئے کیسی کیسی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ زبان کو حرکت میں لائیے بہترین گانے گائیے، اچھی اچھی تقریریں فرمائیے، روتوں کو ہنسائیے، ہنستوں کو رلائیے، مردہ دلوں میں جان ڈالیے، دماغ کی کرشمہ سازیاں تو کیسے کچھ رنگ لاتی ہیں، علم کیمیا اور اس کی ہر شاخ، معقول و فلسفہ اور اس کا ہر شعبہ، ہیئت اور اس کی ہر کرامت، غرض ہر قسم کا آرٹ اور ہر پیکر کی سائنس اسی کے برکات کے نمونے، اور اسی کے مکاشفات کے کرشمے ہیں۔! لیکن موئے سر سے ناخن پا تک تمام وجود ایک جسم ہے، اور اس کی حیات کا دارومدار ایک چیز پر۔ جب تک وہ ہے جسم ہے، اور جب وہ علیحدہ ہوئی جسم مردہ ہوا، بیکار شمار کیا گیا۔ کسی نے زمین میں دفنایا کسی نے جلایا، غرض کسی نہ کسی طرح جلد سے جلد خاک میں ملایا۔ کیا کبھی اس پر بھی غور کیا کہ

آن کی آن اور لحظہ کے لحظہ میں کیا ہو گیا؟ وہ پیاری چہیتی صورت کیوں ایسی دوبھر ہو گئی کہ ایک لحظہ کے لئے گھر میں رکھنی بھی ناگوار ہے؟ سڑنے کا احتمال، ہوا خراب ہونے کا ڈر، بدبو پھیلنے کا خوف، کوئی چیز تو تھی جس کے جاتے ہی یہ جسم کسی قابل نہ رہا، وہ کیا تھی؟ ہوا تھی؟ پانی تھا؟ مٹی تھی؟ آگ تھی؟ کوئی کہتا ہے حیات تھی، جان تھی، گیس تھی، اسپرٹ تھی، آتما تھی، روح تھی، تھی ضرور کوئی چیز، نام کچھ رکھ لو، مگر یہ تو بتاؤ کہ اس کی تعریف کیا ہے؟ وہ تھی کیا؟ کہاں سے آئی؟ اور کہاں گئی؟

حقیقت روح

فلسفی حیران ہیں، سائنٹسٹ پریشان، نہ کسی آرٹ میں اس کا سراغ، نہ سائنس میں اس کا پتہ، جانیں تو کیوں کر جانیں، پہچانیں تو کس طرح پہچانیں؟ بڑے بڑے رشی، بڑے بڑے اوتار، اسی دھن میں جنگلوں کی خاک چھانتے ہوئے پہاڑوں کے غاروں میں پناہ گزیں ہو کر غور میں مصروف ہیں۔ قابل قابل پروفیسر، علمی کتب خانوں میں اسی جستجو میں لگے ہوئے ہیں کہ کچھ اس کا پتہ چلے، عالم و جاہل تک اسی کی تلاش میں سرگرداں ہیں کہ آخر وہ کیا ہے؟ کسی نے کچھ کہا، کسی نے کچھ لکھا مگر حقیقت کا کسی کو بھی پتہ نہ چلا۔

مردم ز سر قیاس چیزے گفتند
معلوم نہ گشت و قصہ کوتاہ نشد

ہکسلے (HUXLEY) جو سائنس کا ایک جلیل القدر امام مانا گیا ہے، اپنے عجز علم روح کا کس سادگی کے ساتھ ان الفاظ میں اعتراف کر رہا ہے کہ:۔

"ہم اس روح کی نسبت اس سے زیادہ کیا جانتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے احوال وکوائف شعور کی نامعلوم اور فرضی علت کا ایک نام ہے۔"

جب کسی کو پتہ نہیں چلتا تو چھپی باتوں کے بتانے والے غیب کی خبریں لانے والے، عرش سے فرش تک کے حالات بیان فرمانے والے مکہ کے چاند، مدینہ

کے تاجدار احمد مختار، سرکار دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی لوگ آتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ روح کیا ہے؟ وہ سرکار جو اپنی طرف سے ایک حرف بھی نہیں بولتے بلکہ جو ان کا رب ان سے کہلواتا ہے کہتے ہیں، جو وہ بلواتا ہے بولتے ہیں، اس بات میں بھی اپنی رائے نہیں بتاتے، اپنا خیال ظاہر نہیں فرماتے، بلکہ وحی الٰہی وفرمان ربانی صاف صاف لفظوں میں اس طرح سناتے ہیں:۔

﴿ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ، قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّىْ وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ الَّا قَلِيْلًا ﴾ (الاسراء:۸۵)

(یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم)

''لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ ان سے فرما دیجئے کہ روح تو میرے رب کے امر سے ہے، تمہیں تو علم تھوڑا ہی سا دیا گیا ہے۔''

رب کے حکم سے، رب کے امر سے؟ کیا مطلب نکلا، کیا سمجھے؟ کوئی یوں کہے کہ ارشاد ''کن'' کی تجلیات میں سے ایک تجلی ہے۔ کوئی یہ کہے کہ عالم امر کی ایک خاص مخلوق۔ تجلی کی حقیقت خود ایک اجمال، عالم امر کی کیفیت خود مغلق، پھر سمجھیں تو کس طرح سمجھیں، آیت یقیناً مغلق نہیں، بیان بالیقین مجمل نہیں، علم کی کمی سبب ظاہر بیان کر ہی دیا گیا، اس لئے یوں سمجھ لو کہ ''جناب رب العزت جل وعلا کے ساتھ خاص نسبت وتعلق ورابطہ رکھنے والی ایک ایسی کیفیت ہے جس کے متعلق جب تک اس رب تک رسائی نہ ہو، عالم امر سامنے نہ آئے، تجلیات پرتو فگن نہ ہوں، حقیقت وتعریف کا منکشف ہونا محال۔''

اطباء طلبائے طب کو علم طب سکھانے کے لیے چیر پھاڑ کر بدن دکھائیں، تب تشریح بدن کا کچھ عقدہ کھلے، علم کیمیا کا ماہر متعلم کیمسٹری کے سامنے مادہ کی تفریق کرے تب اس کی ماہیت کی کچھ خبر ملے، اسی طرح بلاتمثیل جب اس دریائے روح

میں غوطہ زن ہوں تب گوہر مقصود ہاتھ آئے ، اور حقیقت جلوہ نما ہو، ہاتھ نہ ہلاؤ، کچھ نہ بنا سکو گے، کان نہ لگاؤ کچھ نہ سن سکو گے، زبان نہ چلاؤ کچھ نہ بول سکو گے، بلا تمثیل اسی طرح روح کو کام میں نہ لاؤ اس کی صفات نہ معلوم کر سکو گے، تا بہ ذات چہ رسد۔ کام میں لانے کے لیے پہلے قوت کی ضرورت اور قوت کے لیے تغذیہ کی حاجت، فاقہ پر فاقہ کرو، بدن کو خوراک نہ پہنچاؤ، ضعف و نقاہت بڑھتے بڑھتے اس حد کو پہنچا دے گی کہ ہاتھ ہلانا اور زبان چلانا بلکہ پلک تک جھپکانا دشوار ہو جائے گا، بلا تمثیل اسی طرح روح کو کام میں لانے کے لیے بھی روح میں قوت کی ضرورت اور قوت کے لئے غذا کی حاجت، جسم مادہ کا جزو ہونے کے اعتبار سے مادی اغذیہ کا محتاج ہے تو اس نسبت خاص کے سبب جو روح کو رب جل وعلا سے حاصل وہ بھی ایسی ہی غذا کی ضرورت مند جو اس رب کے ساتھ خاص مناسبت رکھتی ہو۔ اس لیے پہلے مجمل طریق سے ان غذاؤں کو معلوم فرمایئے جو روح کو قوت دینے والی اور اس کو اس کی حقیقی معراج کمال تک پہنچانے والی ہیں۔

اغذیہ روحانی

رب عظیم جل وعلا کے ساتھ یوں تو کون سی چیز ہے جو نسبت نہیں رکھتی:

ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا
جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے

ہر مخلوق مظہر ہے اور مظہر، صفات الٰہیہ کسی نہ کسی رنگ میں بلا تمثیل اس میں میں اس طرح جلوہ نما جیسے آئینہ میں کوئی صورت۔ اس لیے اسمائے صفات کو اس ذات کے ساتھ ایک خاص نسبت حاصل اور ہر اسم صفت میں ایک خاص کیفیت تغذیہ روح موجود، لیکن اسم ذات اس نسبت میں اخص، اس لیے تغذیہ میں اعظم۔ اس لیے ارشاد کہ:

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ

اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ، الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُودًا وَّ عَلٰى جُنُوبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَ الْأَرْضِ... ﴾

(آل عمران: ۱۹۰_۱۹۱)

"یقیناً آسمان و زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے لوٹ پھیر میں سمجھ داروں کے لئے نشانیاں ہیں۔ (سمجھ دار وہ ہیں) جو کھڑے بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر (لیٹے ہوئے یعنی ہر حالت میں) اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی پیدائش میں فکر"۔

عقل مند اور سمجھ دار عرف عام میں بھی وہی شخص کہا جاتا ہے جو کمائے اور کھائے، نہ وہ جو ہاتھ پیر توڑ کر اپاہج بن جائے۔

پس اس میدان میں بھی سمجھ دار وہی سمجھا جاتا ہے جو اسم ذات کے ذکر اور اسمائے صفات میں فکر کی مبارک اغذیہ کا کاسِب بنے اور ان سے اپنی روح کو قوت پہنچائے۔ پس ذکر و فکر یہ دو غذائیں ہیں۔ آؤ! ان اغذیہ کے بنانے اور کھانے کی ترکیب سنو۔ اور اللہ ہمت دے تو استعمال کر کے روحانی پہلوان بنو۔

امراض روحانی

مگر غذائیں اچھی سے اچھی کھاؤ لیکن پرہیز نہ کرو، یا عمدہ و بہترین کھانے میں تھوڑی سی غلاظت بھی ملا دو تو محنت برباد جائے گی، معدہ کبھی قبول ہی نہ کرے گا، لہذا اس سے پہلے کہ غذا کا استعمال کرو، اس کو اچھی طرح دیکھ لو کہ اس کے ساتھ کوئی بری چیز تو نہیں ملی، اس کے ساتھ ساتھ سوچ لیجئے کہ اگر جسم بیماری میں مبتلا ہے اور امراض صعبہ میں گرفتار تو کیسی ہی عمدہ غذا، دودھ ہو یا انڈا، کیوں نہ کھایئے، نفع دینا تو درکنار الٹا نقصان ہوگا۔

مرض کی تعریف علم طب میں ملاحظہ فرمایئے:

"مزاج کا نقطۂ اعتدال سے ہٹنا یا کسی امر غیر طبعی کا پیش آنا مرض کہلاتا ہے"۔

پس روح کی حالت اعتدال یہ ہے کہ ''اس کی نسبت رب اکرم کے ساتھ قائم ہو، اور کوئی دوسرا علاقہ اپنی کشش مقناطیسی سے اس کو اپنے مقام سے جدا کرنے والا اور ہٹانے والا نہ ہو۔۔۔'' اس رب کے منشاء کے خلاف جس قدر امور ہیں وہ امور غیر طبعی روحانی کہے جائیں گے۔ اس لئے روح کا ماسوی اللہ کی طرف میلان اور معاصی کی جانب رجحان یہی وہ بلائیں ہیں جن کو طب روحانی میں امراض روحانی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ فلسفیانِ اخلاق نے اسی کو ذمائم سے یاد کرتے ہوئے اس کی اصلاح کی تدبیریں اور علاج کے لیے دوائیں تعلیم فرمائیں۔ ہم یہاں بڑی بڑی بیماریوں کا ذکر کرتے ہیں جو حقیقۃً مہلک ہیں، اور حیاتِ حقیقی کا خاتمہ کر دینے والی۔

شرک

تم نے سنا کہ مزاج کا حالت اعتدال سے ہٹنا ایک مرض ہے، لیکن جہاں حالت اعتدال سے صرف کسی قدر ہٹنا ہی نہیں، بلکہ اصل سے قطع تعلق ہو تو وہ مرض یقیناً سخت ترین بن جائے گا اور اس کے نتائج کیسے مہلک ہوں گے۔ روحانی امراض میں یہ بدترین مرض شرک ہے۔ یعنی ''اس خداوند جلیل و جبار جل جلالہ کی ذات یا صفات میں کسی کو کسی عنوان سے اس کا ہمسر و ہم پلہ ماننا''، یا کسی ایسے فعل کا کرنا جو اس اعتقاد پر دلالت کرنے والا ہو''۔ اس کو بغاوت کہیے، غدر سمجھئے، اسی لیے یہ مرض غایت درجہ مہلک ہیں۔!

اگر اسی حالت میں زندگی کا خاتمہ ہو گیا (معاذ اللہ) تو مالک عالم فرمارہا ہے

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَ يَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ﴾ (النساء:۱۱۶)

''یقیناً اللہ اس بات کو نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اس کے سوا جس کو چاہے بخش دے''۔

کفر

اوراسی کے جیسا کفر۔ یعنی شرک میں ماسوی اللہ سے رابطہ کا جوڑنا تھا، اور کفر میں مجرد خدا سے سرکشی وروگردانی، خواہ کسی اور سے رابطہ پیدا ہو یا نہ ہو۔ یہ بھی ایسا ہی خطرناک، کما قال اللہ تعالیٰ:

﴿ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾

''ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے''۔

نفاق

ان کے ساتھ ہی ساتھ ایک اور بلا بھی ہے کہ حقیقۃً دل میں شرک ہو، کفر ہو، اور ظاہر یہ کیا جائے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ خدا کے سامنے گردن جھکی ہے، یعنی مسلم ہیں۔ اس کو نفاق کہتے ہیں۔ چونکہ یہ بہت سے امراض کا مجموعہ ہے، شرک ہے، کفر ہے، جھوٹ ہے، دھوکا ہے، ریاء ہے وغیر ذلک، اسی لئے یہ سب سے زیادہ ہلاکت میں ڈالنے والا:۔ کما قال اللہ تعالیٰ:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِى الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾

(النساء:۱۴۵)

''یقیناً منافق تو آگ کے سب سے نیچے طبقہ میں ڈالے جائیں گے''۔

تکبر

بزرگی، بڑائی، عظمت وجلالت اسی شہنشاہ کے شایاں ہے جس نے تمام عالم کو بنایا۔ سب کچھ اس کی ملک، وہ سب کا مالک، وہی حقیقی بادشاہ ہے۔ سب فنا ہونے والے اور وہ ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْم﴾ (غافر:۱۶) کا نقارہ بجانے والا، اس کے سامنے اکڑنا، اپنے آپ کو بڑا جاننا، خواہ اس کے مقابلہ میں ہو، جیسے فرعون ونمرود کا دعویٰ

خدائی یا اس کی اور مخلوق پر اپنی بڑائی، نسبتیں اگر چہ علیحدہ علیحدہ ہیں مگر مرض نہایت زبردست مہلک، جس کو اس اصطلاح امراض روحانی میں تکبر و نخوت و غرور و تمکنت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس کی ہلاکت کو غیور قہار و جبار خداوند عظیم نے یوں فرمایا ہے کہ:۔

﴿فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾ (الزمر:۷۲)

''پس تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ تو بہت ہی برا ہے''۔

نیز ارشاد ہوتا ہے:۔

اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظْمَةُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْ أَحَدٍ مِّنْهُمَا أَلْقَيْتُهٗ جَهَنَّمَ وَ لَا أُبَالِیْ ...... (حدیث قدسی)

(مسند امام احمد:۹۵۶۳، سنن ابی داوٗد: ۴۰۹۰، باب ما جاء فی الکبر، ابن ماجہ: ۴۲۶۵، باب البرأۃ من الکبر)

''کبریائی میری ردا (چادر) ہے اور عظمت میری ازار۔ جس نے میرے ساتھ ان میں سے کسی ایک میں بھی جھگڑا کیا میں نے اس کو جہنم میں ڈالا اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں''۔

گناہ کسے کہتے ہیں؟

یہ ہیں سب سے زیادہ مہلک امراض، باقی ان کے ماسوا ہر وہ چیز جو اس رب کی مرضی کے خلاف ہو، جس سے اس نے صراحۃً منع فرمایا، یا اس کے محبوب ﷺ نے برا بتایا، مرض روحانی ہی ہے کہ ہر وہ بات جو روح کو اس کے نقطۂ اعتدال یعنی قرب ربانی کے مقام سے ہٹانے والی ہوگی، مرض ہی کہلائے گی۔ اسی چیز کو اصطلاح شرع میں گناہ کہتے ہیں۔

معالجۂ روحانی

آج تم دیکھتے ہو کہ ایک شخص یا جماعت ایک کام کو برا بتائے، دوسرا شخص یا جماعت اسے اچھا جانے، اس کا فیصلہ کون کرے؟

بیمار بسا اوقات اپنی بیماریوں کو نہیں جانتا۔ ہوتا ہے بیمار مگر سمجھتا ہے کہ میں تندرست ہوں، یا بری بھلی ہر چیز کے کھانے کی رغبت کرے اور چٹ پٹے مزے کے لئے ہر چیز کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ یہ امر کہ کون سی چیز اس کے لئے مفید ہے؟ کون سی مضر؟ نیز یہ کہ کون سی حالت حالتِ صحت ہے اور کیا کیفیتِ مرض۔ اس کا فیصلہ حاذق طبیب کے ہاتھ، اسی کے فیصلہ کا اس باب میں اعتبار، اسی طرح تشخیص امراض روحانی اور تعین بیماری حقیقی، یعنی کسی چیز کے گناہ ہونے یا نہ ہونے میں انسانی رائے کو نہ دخل ہوسکتا ہے، نہ ہونا چاہیے۔ اس کا فیصلہ الہام و وحی سے ہوتا ہے، اسی پر اس تعین و تشخیص کا دارو مدار۔ سب سے پہلے یہ دیکھنے کی ضرورت کہ یہ الہام و وحی صحیح ہے یا نہیں۔ اس امر کو جس کسوٹی پر چاہو اچھی طرح پرکھ لو اور جس کسی چیز کا الہام ہونا معلوم ہو جائے تو اس کے بعد جس چیز کو الہام و وحی برا بتائے، بے چون و چرا مان لیا جائے کہ بے شک وہ بری ہے، خواہ اس کی برائی ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اسی لئے فرمایا گیا:

﴿مَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (الحشر: ۷)

''رسول تمہارے لئے جو لائیں اسے لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے بچے رہو''۔

قتل نفو ہو یا زنا، چوری ہو یا اور کوئی بدمعاشی، جس چیز کو بھی اس سرکار رسالت ﷺ نے برا بتایا، وہ بری اور وہی روحانی بیماری۔ جب کبھی کوئی بدنی بیماری پیش آتی ہے، بلغم، سودا، صفرا، خون، ان میں سے کوئی خلط حد اعتدال سے بڑھتا ہے، فساد

آتا ہے، طبیب منضج پلا کر مادہ اکھاڑ کر مسہل دیتا اور تنقیہ کرتا ہے۔

جب تنقیہ سے صفائی ہو جاتی ہے، قوت کی دوائیں اور عمدہ غذائیں کھانے کی اجازت دیتا ہے، جو دوا وہ کھلائے کھانی ضروری اور جس چیز سے وہ بچائے بچنا واجب۔ اسی طرح بلا تمثیل امراض روحانی کے مبتلا کے لئے طبیب روحانی کی ضرورت، اور جو وہ بتائے اس پر عمل کرنے کی حاجت۔

ضرورت شیخ

اگر امراض روحانی میں مبتلا ہو، خطرات ماسوی اللہ کا ہجوم ہے اور ہلاکت کا اندیشہ، طبیب کو ڈھونڈ و جو خود تندرست ہو، صحیح الدماغ والحواس ہو، مرض کی حقیقت جاننے والا ہو اور مزاج کو بھی پہچاننے والا، صرف عقل کے گھوڑے دوڑا کر آپ کو طبع آزمائی کا آلہ بنانے والا نہ ہو بلکہ تجربہ کار اساتذہ طب، حکماءِ مشہور کے اقوال سے تمسک رکھنے والا اور اس شاہراہ پر چلنے والا ہو جس پر چل کر بہت سے مریض تندرست ہو چکے ہوں، وہ زبردست طبیب جن کے پاس نہ صرف دوا ہے بلکہ نسخۂ شفاء جن کے علاج نے کبھی خطا نہ کی، ایک دو نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں لا تعد ولا تحصی ایسے زبردست بیماریوں کو جو پا بگور تھے، جن کے قلوب زنگار معاصی سے اس قدر سیاہ ہو چکے تھے کہ مہر منیر ایمان کی تجلیات کا منعکس ہونا ہی از قبیل محالات تھا، آناً فاناً میں نہ صرف صحیح وتندرست بنایا بلکہ ایسا زبردست پہلوان کر دکھایا کہ بڑے بڑے شہزوران کے نام سے تھراتے اور بڑے بڑے بادشاہ ان کے ڈر سے لرزہ میں آتے۔ سید کونین، رسول الثقلین، طبیب القلوب، شفیع الذنوب، سرکار مکہ، مولائے مدینہ ہیں۔ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔ اس لئے سب سے مقدم یہ امر کہ ان کے دربار کے سند یافتہ ان کی درس گاہ کے تعلیم یافتہ ایسے شخص کی طرف رجوع کرو جس کا سلسلہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک صحیح ہو، صحیح الحواس ہو نہ کہ مجذوب، مرض ومزاج کی پہچان رکھتا ہو، عالم بکتاب اللہ ہو اور خود صحیح المزاج متبع سنت سنیہ ومعرض

عن الآثام والمعصیۃ ہو۔ اگر اس میں یہ صفات موجود نہیں ہیں تو خود بھی ڈوبے گا اور تم کو بھی لے ڈوبے گا۔ اگر مکار ہے اور بندۂ شکم، شیروں کے لباس میں گدھا ہے، بچو! بچو! تم متردد ہو گے کہ ہم پہچانیں کیونکر؟ کرامتوں پر نہ بھولنا، مکاشفات پر نہ ریجھنا، بزرگوں نے فرمایا کہ اگر کسی کو ہوا پر اڑتا دیکھو اور پانی پر چلتا، لیکن سنت کے خلاف پاؤ، سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نہ باید داد دست

ان شرطوں کو دیکھ لو کتاب وسنت کی کھلی ہوئی کسوٹی پر پرکھ لو، نسبت صحیح اگر حضور نبی اکرم روحی فداہ ﷺ سے رکھتا ہے، ضرور ان کے دربار میں مؤدب ہو گا، اطباء روحانی یعنی اولیائے کرام کی شان میں ہر آن، ہر لحظہ پاس ادب رکھے گا، اگر گستاخ و بے ادب ہے، دولت علمِ الٰہی سے محروم ہے اور بدنصیب، زنہار زنہار اس کے قریب نہ جانا۔

اِیَّاکُمْ وَ اِیَّاھُمْ لَایُضِلُّوْنَکُمْ وَلَایَفْتِنُوْنَکُمْ.

(مسلم: ۱۶، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء)

”تم ان سے بچتے ہی رہنا کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔“

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

وہ خود مریض ہے تمہیں کیا شفا دے گا۔ ہاں جو ان شرائط میں کامل ہے وہی تمہارے لئے فاضل، اس کی ذات کو غنیمت سمجھو۔ اعتقاد شرط ہے، اگر طبیب ظاہر سے بدعقیدہ ہو گئے، دوا کے تعلق پہلے ہی سے یہ سمجھ لو گے کہ فائدہ نہ دے گی۔ تو مشہور

بات ہے کہ اثر نہ ہوگا، یا ہوگا تو بدیر۔ لہذا صحیح اعتقاد کے ساتھ اسی کو اپنا ہادی اور رہبر سمجھ کر مؤدبانہ حاضر ہو۔ شرمندگی کے آنسو بہاتے ہوئے، سچے دل سے توبہ واستغفار کا منضج و مسہل استعمال کرو اور قدرت الٰہی کا تماشا دیکھو۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنبِ كَمَا لَا ذَنبَ لَهٗ......الحدیث

(سنن البیہقی الکبریٰ: ۲۱۰۱۴، باب شہادۃ القاذف، وابن ماجہ: ۴۲۴۲، باب ذکر التوبۃ)

''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا کہ گویا اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہ تھا''۔

تزکیۂ قلب

روح حیوانی کا مولد قلب ہے، روح حقیقی کے ساتھ بھی قلب کو ایک خاص تعلق، اسی لئے کہا گیا ہے کہ:۔

اِنَّ فِی جَسَدِ ابْنِ آدَمَ لَمُضْغَةٌ لَوْ فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَلَوْ صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ أَلَا وَ هِیَ الْقَلْبُ......الحدیث

(مسند الطیالسی: ۷۸۹، ص: ۱۰۶، الفردوس بماثور الخطاب: ۸۳۴، ۲۱۸/۱)

''آدمی کے جسم میں ایک پارۂ گوشت ہے، اگر اس میں فساد آیا تمام جسم میں فساد آیا، اگر وہ اصلاح پذیر ہوا تمام بدن اصلاح پذیر ہوا۔ خبردار ہو جاؤ، وہ قلب ہے۔ ہوشیار ہو جاؤ، وہ قلب ہے۔''

جب تک معاصی سے اجتناب تھا قلب پاک تھا، احادیث میں یہ مضمون موجود کہ ایک معصیت قلب پر ایسا کام کرتی ہے، جیسے زنگار کا ایک نقطہ چمکدار لوہے پر۔ پس غور کرو کہ چمکدار لوہا جس میں تمہارا منہ نظر آتا ہے کچھ دنوں کیچڑ میں پڑا رہا زنگ کے نقطے لگتے لگتے اس کو کالا بنا دیں گے، تب اس کی اصلاح کی کیا تدبیر؟ کسی لوہار کو تلاش کرو، وہ اس زنگ آلود لوہے کو بھٹی میں ڈال کر دھونکنی سے آگ کو دھونکے گا یہاں تک کہ لوہا اچھی طرح تپ جائے اور حرارت اس کے رگ و پے میں اس طرح سرایت کر جائے کہ خود انگارہ معلوم ہونے لگے، اس وقت لوہار ائرن پر رکھ کر ہتھوڑے

سے کوٹے گا، زنگ دور ہوگا، پانی میں غوطہ دے کر دھوئے گا پھر صیقل کرے گا، وہی زنگ آلود سیاہ لوہا آئینہ سکندری کی طرح شفاف ہو کر شکل محبوب دکھانے کے قابل ہو جائے گا، بلاتمثیل اسی طرح وہ مصفیٰ ومجلیٰ قلب جو زنگار معاصی وتکدرات ما سوی اللہ سے آلودہ ہو کر سیاہ پڑ گیا ہے، قلوب پر صیقل کرنے والے، یعنی تزکیہ باطنی فرمانے والے (جن کی شان میں فرمایا گیا ﴿ یُزَکِّیهِمْ ﴾ (وہ ان کا تزکیہ فرماتے ہیں) سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر کرو۔ ان کے دربار کے خادم ان کے ساتھ صحیح نسبت رکھنے والے اسی صیقل گری کے سند یافتہ شیخ کی خدمت میں لاؤ۔ وہ محبت الٰہی اور ایمان کی چنگاری باطنی قوت سے تمہارے قلب میں ڈالیں گے اور تمہیں سکھائیں گے کہ لَا اِلٰهَ کی دھونکنی سے اسے دھونکو اِلَّا اللّٰهُ کی ضربوں سے اسے کوٹو محمد رسول اللہ کے مبارک ذکر کے آب رحمت میں اسے غوطہ دو، اور پھر ذکر اسم ذات سے اس پر صیقل کرو۔ کفر وشرک کے جلی داغ اس طرح جائیں گے لا کو دماغ تک کھینچ کر ھا دماغ سے نکال کر عرش تک پہنچاؤ، کہ تمام معبودین باطلہ فنا ہوں، لا معبود کا تصور ذہن میں رہے، وہاں سے فیوض الٰہیہ کو لئے ہوئے الٰہی جلال وقوت کی ضرب اِلَّا اللّٰهُ قلب پر دو تا کہ خدائے قدوس کی تجلیات قلب پر پرتو فگن ہوں، اور دل میں بیٹھ جائے کہ بس وہی ایک معبود ہے۔

جب یہ مضمون دل پر جم جائے، شرک وکفر، کذب وزور وغیرہ کا مجموعہ نفاق یا ریا کا شائبہ بھی باقی نہ رہ جائے، اس وقت لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ کا تصور کرو، یہ ہے انقطاع ما سوی اللہ۔ جب تک تن دہی سے ایک ہی جانب رجوع کر کے یکسوئی (CONCENTRATION) کے ساتھ متوجہ نہ ہو گے مطلب حاصل نہ ہوگا۔

لہذا اچھی طرح دل میں جمایئے کہ میرا مقصود سوائے اللہ کے کوئی نہیں ہے، جب یہ کیفیت راسخ ہو جائے تو آگے بڑھو، تکبر جس کا نقطہ قلب پر لگا ہے، بلکہ خود اپنی ہستی جو ایک پردہ بن کر راہ میں حائل ہے، انانیت کی صورت میں کہیں رنگ نہ لائے، اس لئے اس حقیقت پر غور کرو کہ وہی تھا اور کچھ بھی نہ تھا، وہ رہے گا اور کچھ بھی نہ ہوگا،

یہ تمام ظل ہو یا ظہور فی نفسہ کچھ بھی نہیں، اس کو بھی مٹاؤ، اور لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہ کے بجائے تصور کرو لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ کا۔ یہ ہے وہ زبردست تنقیہ جس کو اصطلاح صوفیہ میں جاروب قلب کے نام سے موسوم کرتے ہیں:

تا بہ جاروب لا نہ روبی راہ
نہ رسی در سرائے الا اللہ

اس میں دوا بھی ہے اور غذا بھی، مرض بھی جائے گا اور قوت بھی آئے گی، اس کے مختلف طریق ہیں، چہار زانو یا دو زانو بیٹھ کر، بلند آواز سے، خواہ پست آواز سے، خواہ سانس کے ساتھ تصور، ہی تصور میں، خواہ حبس دم کے ساتھ محض تخیل سے، خواہ بلا حبس دم، خیال، ہی خیال میں۔ اس لئے کہ اس دھیان کا اصل مطلب دھیان کا جمانا اور یکسوئی پیدا کرنا ہے، جس مریض کے لئے جیسا مناسب ہو یہ طبیب بتا سکتا ہے، اسی تنقیہ کو ''تزکیۂ قلب'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

سلوک طریقت واحکام شریعت

عقلائے دہر اپنے ذہنی و عقلی و خیالی مفروضہ مجسمہ کو سامنے لائیں اور اس خیالی تصویر سے دل لگائیں، وہم پرست مادیات میں آلودہ اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی پتھر کی مورتوں یا آب و آتش کے سیال و مشتعل وجودوں سے دل بہلائیں، مگر مدرسہ حقیقت کے سمجھ دار متعلمین کو سزاوار نہیں کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں پر ریجھیں، مخلوق کو خالق سمجھیں، مملوک کو مالک جانیں، ان کا کام ہے کہ اس غیب الغیب سراسر ہستی پر کما ھو ھو ایمان لائیں، وہ کیا ہے؟ کیسا ہے؟ جب حقیقت میں آنکھیں کھلیں گی، دیکھنے کے بعد مدرکہ حقیقی بیدار ہوگی، سمجھ لیں گے، اس کے دربار میں بار پائیں۔ تب وہ جو بلوائے گا بولیں گے، جو وہ سمجھائے گا سمجھیں گے:۔

﴿اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ﴾ (البقرۃ:۳)

''جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔''

کے یہی معنی ، یعنی صرف یہ اعتقاد کہ ''ہے'' اور کون کے جواب میں فقط ''ھو'' یہ ہے، ان کی ابجد جس کو لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰــہ کہلواتے ہوئے پڑھایا جا رہا ہے، درس گاہ میں قدم رکھا ہے، شان متعلمی یہ ہے کہ آداب بجا لائے، معلم صادق علیہ الصلاۃ والسلام کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہہ کر اپنی غلامی اور اس سرکار اعظم ﷺ کے واسطۂ فیض و رابطہ حقیقی ہونے کا اقرار کر لے، کوچۂ عشق و محبت میں قدم رکھا ہے، عاشق کی بسم اللہ ہے، نقد جان و مال معشوق کے دربار میں نثار کرنا۔ اسی لئے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾

(الانفال:۳)

''جو نماز قائم کرتے اور ہمارے دیے سے خرچ کرتے ہیں''۔

سے ان عشاق جان باز کی کیفیات کا اظہار، جبین نیاز مالک کارساز کے سامنے جھک رہی ہے، قیام، رکوع و سجود و قعود آداب دربار شاہانہ ہیں، جس کی صورت نماز میں پیدا۔ ذوق محبت و جذبۂ عشق میں وارفتہ ہو کر کھانے پینے اور لذات نفسانی سے محرز رہ کر درجات قرب طے کرتے ہیں۔ اس کی کیفیت رمضان کے روزہ میں ہویدا۔ مال اس کے نام پر فدا، غرباء و مساکین پر تقسیم جس سے فریضہ زکوٰۃ ادا، عاشق کی البیلی شان اسی طرح نمایاں کہ نہ پہننے کا ہوش، نہ بناؤ سنگھار کا دھیان، ایک چادر اوڑھے اور ایک چادر باندھے، کبھی کعبہ کے گرد پروانہ کی طرح نثار ہوتا ہے کہ یہاں معشوق نے دیدار کا وعدہ کیا ہے، کبھی صفا و مروہ میں دوڑ رہا ہے کہ محبوب نے ان گلیوں میں بھی جلوہ دکھایا ہے، کبھی عرفات کے میدان میں لبیک لبیک پکار رہا ہے کہ پیارے معشوق کے جلوے عشاق نے ان گھاٹیوں میں بھی دیکھے ہیں، عشق و محبت کے ارادہ کی تکمیل اس حج سے ظاہر۔ اسی لئے شہادت کلمہ و نماز و روزہ، زکوٰۃ، حج یہ پانچ باتیں اس مبارک طریق کا اصول اساسی اور اس مبارک مدرسہ عشق و محبت کے مضبوط

ستون۔ زبان اس مبارک حکم سے آراستہ، جسم ان چاروں ارکان کے مبارک لباس سے پیراستہ۔

﴿مَا أَتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر: ۷)

''رسول (ﷺ) جو کچھ تمہیں دیں لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز رہو''۔

کا الہامی بیان ان کی حیات کے ہر شعبہ پر اسی طرح رنگ جمائے ہوئے کہ ہر حرکت، ہر سکون، ہر قول، ہر فعل، محبوب کے محبوب نمونہ کے سانچے میں ڈھلا ہوا۔ اب درس و تدریس کا دروازہ کھلتا ہے۔ معانی و بیان کے انکشاف کا وقت آتا ہے، اس جمال کے معائنہ کے لیے خاص آنکھیں درکار ہیں، اور ان مطالب کے ادارک کے لئے ایک خاص مدرکہ کی ضرورت۔ ہمت مردانہ کو کام فرمایئے اور استقامت کے ساتھ قدم بڑھایئے اور مطالعہ فرمایئے کہ وہ آنکھیں کونسی آنکھیں ہیں، اور وہ مدرکہ کونسی مدرکہ۔ صدر اول میں ایک نگاہ پر انوار سرکار ﷺ خاص ان آنکھوں کو منور اور اس خاص مدرکہ کو بیدار فرماتی ہے۔ دولت دیدار سرکار سے مشرف ہونے والے صحابہ آن کی آن اور لحظہ کے لحظہ میں فائز المرام اور دولت وصال سے شادکام ہوتے ہیں، آج بھی ان کی نسبت تو وہی قائم مگر حجابات ہیں عالم کی نظر کے سامنے، تکدرات ہیں دنیا کے آئینہ خیال میں، زنگ ہے روابط دنیوی میں مربوط انسانوں کے قلب پر:۔

اپنے آئینہ دل میں جو صفائی ہوتی
شکل محبوب الٰہی نظر آئی ہوتی

لہذا اس کی صفائی کی ضرورت۔ ورنہ اس مالک کی شان تو یہ ہے:۔

﴿إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ (البقرة:۱۸۶)

(جب آپ سے میرے بندے، میرے بارے پوچھیں، تو (انہیں بتادو)
میں (ان کے) قریب ہوں، دعا مانگنے والا جب مجھ سے دعا مانگتا ہے تو
اس کی دعا کو قبول فرماتا ہوں۔)

انہی تکدرات کو ہٹانے، حجابات کو اٹھانے اور زنگ معاصی کے چھڑانے کے وہ تمام طرق ہیں جو تصوف کے مختلف سلاسل میں رائج ہیں، مگر بعض افراد اپنے نزدیک ایک بہت زبردست اعتراض کی شکل میں یہ شبہہ پیش کردیا کرتے ہیں کہ اذکار واشغال کے یہ طریقے نوایجاد ہیں، نہ زمانہ نبوت میں ان کا سراغ، نہ صحابہ و تابعین کے دور میں ان کا وجود۔ یہ شبہہ محض ناواقفیت ولاعلمی کے سبب پیدا ہوتا ہے، کہ نہ ہمارے ان شبہہ کرنے والے عزیزوں کو ان اذکار کی حقیقت کا علم، نہ اسلام کی حقیقی تعلیمات کی خبر۔

اس مقام پر ہم چند باتوں کا اظہار ضروری خیال کرتے ہیں تاکہ ان شبہات کا سدباب ہو سکے۔ اگر یہ امر کہ سرکار دو عالم ﷺ روحی فداہ کے زمانہ میں ان طرق کا رواج نہ تھا؟ صحیح مان بھی لیا جائے تو آپ دن رات دیکھتے ہیں کہ ان دیہات میں جہاں کوئی ماہر فن جراحی موجود نہیں، کسی دنبل یا پھوڑے سے مواد خارج کرنے اور پھر زخم کے اندمال کے لیے ادویہ کا استعمال کیا جائے گا، اور پلٹس باندھی جائے گی، ہاں! اگر کسی شہر میں کوئی قابل سرجن موجود ہو تو اس قدر مشقت کی ضرورت نہیں۔ وہ ایک آن واحد میں عمل جراحی (آپریشن) کرے گا، اور تھوڑی مدت میں سب کام درست ہو جائے گا۔ مدتوں کا مریض کمزور عرصہ تک اطباء کے زیر مشق رہے، مگر ایک تجربہ کار ماہر فن طب اکسیر کی ایک ذرا سی پڑیا میں ایک عرصہ کے مفلوج وجود کو کندن بنا دیتا ہے۔ اسی مثال سے قیاس فرمالیجئے کہ دور اول میں نظر کیمیا اثر سرکار دو عالم ﷺ آن واحد میں آلودگی وتکدرات ماسوی اللہ سے قلب کو پاک کرنے والی ہوتی اور اپنی قوت باطنی سے روح کو درست حالت میں لانے والی ہوتی۔ اس دور میں ہماری ظاہری آنکھیں اس جمال پرانوار کے دیدار سے محروم ہیں۔ ہمیں ان اصولوں پر غور کرنا ہے جو ہمارے

علاج اور تغذیہ کے لیے سرکار نے بتائے اور اس پلٹس کو استعمال کرنا ہے جو مواد کو پکائے اور قابل اخراج بنائے۔ اندرونی علاج کرنا ہے اس مادہ فاسدہ کا جو ہماری صحت روحانی کا سب سے بڑا دشمن ہے، یعنی نفس امارہ، جس کے لئے قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ﴾ (یوسف:۵۳)

''نفس تو برائی ہی کا حکم دینے والا ہے''۔

اور سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد کہ:۔

أَعْدَا عُدُوِّكَ نَفْسَكَ الَّتِي بَيْنَ جَنْبَيْكَ۔

(جامع الاحادیث والمراسیل: ۱۸۲۳۰، الاکمال من الجامع الکبیر ۲۰۶/۶، العسکری فی الامثال عن سعید بن اُبی ہلال)

''تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو جنبین (دو پہلوؤں) کے درمیان ہے''۔

پھر علاج کرنا ہے اس بیرونی سرد و گرم حملہ کا جو شیطان کی صورت میں رونما ہو، جس کے لیے ارشاد خداوندی ہے کہ:۔

﴿اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ﴾ (یوسف:۵)

''یقیناً شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے''۔

اور ﴿اَلشَّيۡطٰنُ يَعِدُكُمُ الۡفَقۡرَ وَ يَاۡمُرُكُمۡ بِالۡفَحۡشَآءِ﴾

(البقرۃ:۲۶۸)

''شیطان تمہیں فقیری کی طرف بلاتا ہے اور بے ہودہ باتوں کا حکم دیتا ہے''۔

پس ان دونوں امراض کا علاج وہی اصول علاج بالضد کے مطابق ملاحظہ فرمایئے۔ دشمن اول کے مقابلہ کے لیے ارشاد:

خَالِفُوا الْهَوَىٰ۔

''مخالفت کرو خواہشوں کی''۔

دوسرے دشمن کے لئے حکم کہ

﴿وَ لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ﴾
''شیطانی خطروں کی پیروی نہ کرو''۔

اسہال کی تدابیر واخراج مادہ کا طریق صورت توبہ میں موجود:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْٓا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء:٦٤)

(اور جب یہ اپنی جانوں پر (گناہوں کا ارتکاب کر کے) ظلم ڈھا بیٹھیں تو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں، اللہ سے مغفرت کے خواستگار ہوں اور رسول بھی ان کے لئے بخشش طلب کریں، تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے اور بہت رحم فرمانے والا پائیں گے)

استغفار کی حقیقت

اَلتَّوْبَةُ اَلنَّدَمُ۔
''توبہ شرمندگی کا نام ہے''۔

سے ظاہر تھی۔ اب رہیں اغذیہ ان کے لیے ارشاد اور نہایت روشن ارشاد کہ دل کا چین اور قلب کی راحت اللہ کے ذکر میں ہے:۔

﴿أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (الرعد:٢٨)
''دل اللہ ہی کے ذکر سے آرام پاتے ہیں''۔

دل کے چین اور اطمینان پر تمام امور موقوف، اس لیے کہ وہ تمام وجود کی جڑ اور تمام جوارح اسی سے متعلق۔ اسی لیے دل کو یہ غذا پہنچانے کے لیے تاکید پر تاکید کریں۔ ارشاد کہ:

﴿فَاذْكُرُوْنِيْ أَذْكُرْكُمْ﴾
''تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا''۔

کہیں یہ حکم کہ:

﴿وَ اذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ﴾

(آل عمران:۴۱)

''کثرت کے ساتھ اپنے رب کا ذکر کرو، اور شام سویرے اسی کی پاکی بیان کرو''۔

تحریض کے لیے حدیث میں یوں فرمایا گیا:

لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَ غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَ نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَ ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ۔

(مسلم:۶۸۰۵، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن، مسند امام احمد:۱۱۶۲۰، مسند ابی سعید الخدری، ۵۲۱/۳)

''جو لوگ اللہ کا ذکر کرنے بیٹھتے ہیں، فرشتے انہیں اپنے پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں، ان پر سکون و اطمینان کی دولت نصیب ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ والوں کے پاس ان کا ذکر فرماتا ہے''۔

رحمت ان پر چھا جاتی ہے، سکینہ و اطمینان انہیں حاصل ہوتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو اس مجمع میں یاد کرتا ہے جو (اس کے مقربین کا) اس کی بارگاہ میں ہے''۔

پھر تہدید کے لیے قرآن کریم میں آیا:

﴿وَ مَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمٰى﴾ (طٰہٰ:۱۲۴)

''جس کسی نے ہمارے ذکر سے روگردانی کی اس کے لیے تنگ روزی ہے اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے''۔

پھر حدیث میں یہ بھی بتایا گیا کہ:

أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

اس کے وہ مختلف طریقے ہیں جو مختلف سلاسل صوفیہ میں رائج ہیں تا کہ روح وقلب کو ان کے ذریعہ ایسی قوت حاصل ہو جائے کہ وہ آرام پا سکیں، چین حاصل کر سکیں اور قوت دافعہ اس قدر بڑھ جائے کہ مادہ فاسدہ یعنی نفس امارہ وحملۂ بیرونی یعنی

شیطان وابلیس کے شرور سے محفوظ ہو جائیں۔!

جہاد کی فرضیت وضرورت میں کس کو انکار، مقصود اصلی مقابلہ کفار مسلم، اس کے لیے سامان کی حاجت تسلیم، زمانِ سرکار ﷺ میں تیر وتلوار ونیزہ وکمان کے ذریعہ مقابلہ کفار کیا جاتا، آج اگر توپ، بندوق، ہوائی جہاز، بم کے گولے یا سمندروں میں تارپیڈو وغیرہ جہاد کے وقت استعمال میں لائے جائیں تو کیا اس کو یہ کہہ کر چھوڑا جا سکتا ہے کہ سرکار ﷺ کے زمانہ میں یہ آلات نہ تھے۔ علی ہذا ایمانی قوت رکھنے والے سرکار ﷺ کے فیض صحبت سے پلنے والے صحابہ کو نہ پریڈ کی ضرورت تھی، نہ قواعد کی حاجت، نہ نشانہ بازی کا باقاعدہ انتظام۔ آج اگر باقاعدہ بہ تعین اوقات قواعد و پریڈ کے لیے اہتمام کیا جائے اور جدید اصول حرب استعمال میں لائے جائیں، تو کیا ان کو یہ کہہ کر رد کیا جا سکتا ہے کہ قرون سابقہ میں ان کا وجود نہ تھا۔ شاید ہی کوئی بے عقل ایسا ہو جو ایسی رکیک بات اپنے ذہن میں بھی لائے۔ پس اسی پر قیاس کر لیجئے کہ یہ جتنے طرق ہیں، ہر زمانہ کے مطابق اعداء کی سرکوبی کے لیے اختیار کئے جا رہے ہیں، جس کی تعلیم خود سرکار ﷺ نے دی۔ وہاں تو آلات حرب کی صورت اور جنگ کا طریق ہی بالکل بدلا ہوا نظر آتا ہے لیکن یہاں نہ آلات میں تغیر، نہ طریق جدال میں تفاوت، اصل وہی تعلیمات ہیں، طریق ادا ہر متعلم کی استعداد کے مطابق۔ حلال وحرام کو دلائل قرآن عظیم واحادیث رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے واضح کر دیا۔ بکرے کا گوشت حلال اور مقوی، انڈہ، مکھن، دودھ، دہی، ساری غذائیں اچھی ہی اچھی، اسی طرح پھل پھلواری، دال ترکاری، اجمال یا تفصیل سے بہر صورت کسی نہ کسی طرح ہر شے کے متعلق حکم بتا دیا گیا۔ اور پھر جس کی حرمت ثابت نہ ہو، اس کے لیے:

أَصُلُ الشَّیئِ فِیْ کُلِّ أَمْرٍ اِبَاحَۃٌ۔

(ہر معاملہ میں اصل چیز اباحت ہے۔)

کا کلیہ فقہاء نے ترتیب دے دیا۔

گوشت حضور انور ﷺ نے بھی کھایا، صحابہ نے بھی تناول فرمایا، تابعین و تبع

تابعین سبھی نے نوش جان کیا، مگر کس طرح؟ کیا ہماری طرح کوٹ کر، مصالحہ ملا کر، کباب سیخ بنا کر، یا مرغن و مجرب قلیا قورما، سوپ، یخنی بنا کر، یا یونہی بڑے بڑے ٹکڑے آگ پر گرم فرما کر۔ آج اگر گوشت کو ان ترکیبوں سے پکایا کھایا جائے تو کیا کوئی سمجھ دار اس پر یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ کھانے کا یہ طریقہ بدعت یا خارج از اباحت، ہاں! جو کہے گا یونہی کہے گا کہ گوشت کھانا سنت، دست کا گوشت اور بھی زائد قابل رغبت، اس لیے کہ سرکار دو عالم ﷺ کو اس سے خاص الفت، اسی طرح اس باب میں بھی تصور فرما لیجیے کہ ذکر نفی و اثبات یا اسم ذات ذکر ہی ہے، نہ کہ کچھ اور، اور اس کا ورد کرنا ہر مومن و مسلم کا کام۔ ہاں! ورد کا کیا عنوان، یہ ہر ایک شخص اپنی آسانی اور ضرورت کے مطابق خود غور کرے کہ کس طرح میرے لیے زیادہ نافع ہوگا، اور اس روحانی غذا کو کس طرح کس مصالحہ کے ساتھ بنا کر میں زیادہ لذت یاب ہوسکتا ہوں، خود نہ غور کر سکے، دوسروں سے مشورہ کر لے کہ کھانا پکانے کے نت نئے طریقے روز بروز یونہی نکلتے رہتے ہیں۔ ایک اصول یہیں سمجھ لیجیے اور یاد رکھیے، ان شاءاللہ تعالیٰ ہر جزئیہ میں کام دے گا کہ ذکر الٰہی کا داخل دین ہونا تو ثابت، اب اگر ان طریقوں میں سے کسی طریق پر کسی صاحب کو اعتراض ہو تو وہ براہ کرم اس کے حرام، مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی ہونے کے لیے کوئی دلیل شرعی بیان فرما دیں، اگر ان تینوں باتوں میں سے کسی کے لیے بھی دلیل نہ ہو (اور یقیناً نہیں ہے) تو امر مباح اپنی اباحت پر قائم۔ چونکہ یہ ذکر اللہ ہے، اس کا مستحب وسنت ہونا ظاہر و باہر۔ قرآن عظیم منزل من اللہ اور اس کا پڑھنا اور جاننا ہر مسلمان پر واجب۔ اس کے پڑھنے کے لیے دن رات ہم اپنی ضرورتوں کے مطابق نئے نئے قاعدے بناتے ہیں، اسی کے سمجھانے کے لیے صرف و نحو، اسی کے حقائق تک رسائی پانے کے لیے معانی و بیان، پھر مخالفین قرآن کے اعتراضات کے دفاع کے لیے معقول وفلسفہ، بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ سب تعلیمات اسی لیے ہیں کہ خدا کا کلام سمجھنے کی قابلیت پیدا ہو جائے، اسی طرح اصل مقصود یہ ہے

کہ بندہ اپنی شانِ بندگی کا لحاظ رکھتے ہوئے اس معبود حقیقی کے دربار میں سر نیاز جھکائے اور جس عبادت کا وہ حقیقی مستحق ہے، نیز جس انداز عبادت کو بجالانے کا یہ بندہ بشانِ عبدیت مکلّف، وہ عبادت حضور قلب کے ساتھ بجالائے تا کہ اس کے دربار میں قرب و وصول کی نعمت سے مالا مال ہو کر عرفان کے منازل طے کرتے ہوئے اس رب کو جانے اور اسے پہچانے۔ اس عبادت کا بہترین طریق بلکہ واحد انداز بصورت فرض بندہ کے ذمہ نماز کی شکل میں عائد کیا جاتا ہے، اور اسی نماز کو منازل عرفان کی معراج بتایا جاتا ہے۔

سلوک الصلوٰۃ

نماز کی اہمیت یہ بتاتے ہوئے جتائی جارہی ہے کہ:

اَلصَّلَاۃُ عِمَادُ الدِّیْن، مَنْ أَقَامَھَا فَقَدْ أَقَامَ الدِّیْنَ وَ مَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّیْنَ۔ (کشف الخفاء:۱۶۲۱،۲/۴۰)

''نماز دین کا ستون ہے، جس نے اسے قائم کیا (یعنی وقت پر ادا کیا) اس نے اپنے دین کو قائم کیا، اور جس نے اس کو ترک کیا دین کی عمارت کو ڈھا دیا''۔

کہیں ارشاد ہوتا ہے:

لَیْسَ بَیْنَ الْعَبْدِ وَ الْکُفْرِ اِلَّا تَرْکُ الصَّلوٰۃِ۔

(سنن البیہقی الکبریٰ:۶۲۸۸،۳/۳۶۶)

''بندہ اور کافر (پھرے ہوئے) میں فرق ترک نماز ہی سے ہے''۔

کہ جو اپنے آپ کو خدا کا بندہ سمجھتا ہے، جبین نیاز مالک بے نیاز کی بارگاہ میں جھکاتا ہے، اور جو سرکشی کرتا ہے کافر (پھرا ہوا) کہلاتا ہے، بے شک نماز ہی وہ بہترین عبادت ہے جو بندہ کو مولیٰ تعالیٰ سے ملنے کا رستہ بتائے اور قرب کے منازل

طے کرائے کہ:

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

(شرح سنن ابن ماجہ: ۴۲۳۹، ۳۱۳/۱)

''نماز ایمان والوں کی معراج ہے''۔

خواہ اسے یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح لیلۃ المعراج میں صاحب معراج رسول اکرم ﷺ نے جمال الٰہی بے پردہ و بے حجاب ملاحظہ فرمایا، اسی طرح بندہ چشم بصیرت و نظر قلبی سے حالت نماز میں تجلیات الٰہیہ کا معائنہ کرتا ہے، اسی لیے ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ۔

(احمد: ۶۱۴۰، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب ۲/ ۲۸۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۴۸۷، ۲۸۲/۸، ما قالوا فی البکاء، و۳۰۱۱۴، مجمع الزوائد: ۹۴۱۲، باب فی صلوٰۃ العشاء، وجامع الاحادیث والمراسیل: ۹۳۴۰، مسند زبیر ابن عوام ۸۳/۱۷)

''اپنے رب کی عبادت اس طرح کرو گویا اس رب کو دیکھ رہے ہو''۔

قرآنِ عظیم نے اسی کیفیت کی طرف

﴿ اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ﴾

''وہ جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں''۔

کہتے ہوئے اشارہ کیا۔ پس غور طلب امر یہ ہے کہ یہ کیفیتِ خشوع و خضوع اور یہ حضوری جس کی یہاں تک تاکید کہ

لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ۔ (معتصر المختصر: ۴۳/۱)

''بغیر دل لگائے نماز ہوئی ہی نہیں''۔

کیوں کر میسر آئے اور

وَاعْبُدْ رَبَّكَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ

''اپنے رب کی عبادت اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے''۔

کی صورت کس طرح جلوہ دکھائے، ظاہر ہے کہ جب تک آئینہ قلب تکدرات ماسوی اللہ میں آلودہ ہے اور خس وخاشاک تخیلات واہیہ سے ملوث، تجلیات الٰہیہ اس میں کیونکر جلوہ نما ہوں۔ آج آلودہ زنگ خوردہ آئینہ آفتاب کی ایک کرن کا رونما بھی نہیں ہوسکتا تو زنگ آلودہ قلب کیوں کر اس آفتاب حقیقت کے پرتو سے منور ہوسکتا ہے۔

زد تو زنگار از رخ او پاک کن
بعد از آن آن نور را ادراک کن

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

کا ذکر پاس انفاس کی کیفیت میں ہو، یا جلی وخفی کی شکل میں، اسی خس و خاشاک کے دور کرنے کے لئے کیا جاتا ہے، اور چشتیہ وقادریہ، سہروردیہ ونقشبندیہ اذکار کی تمام مشقیں اسی زنگ معاصی کے اثر کو زائل کرنے کے لیے کی جاتی ہیں:۔

رکھ اپنا ورد دلا لا الہ الا اللہ
ہے زنگ دل کی جلا لا الہ الا اللہ

مراقبات میں یک سوئی کی مشق اسی لیے بڑھ جاتی ہے کہ قلب وروح لطف نماز سے بہرہ اندوز وہونے کے قابل ہو جائیں۔ اس وقت نماز حقیقی نماز ہو جائے گی۔ اسی لیے اس تزکیہ وتصفیہ کے طریق پر عمل کرنے والے تصوف کی اصل اسی مبارک حدیث میں بتا رہے ہیں جو احسان کی تعریف:

أَنْ تَعْبُدَ رَبَّكَ كَأَنَّكَ تَرَاه۔ (تخریج پہلے گزر چکی ہے)

سے کر رہی ہے۔ بے شک جب آئینہ قلب کو اس طرح مجلیٰ ومصفیٰ بنا کر پوری یکسوئی کے ساتھ اس معراج صلوٰۃ پر گامزن ہوں تو عروج یقینی، ووصول قطعی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہی وجہ ہے کہ حقیقی اور واقعی نماز کے ادا کرنے والے یقیناً اس نماز ہی کے

ذریعہ تمام مدارج طے فرماتے اور منزل مقصود تک رسائی پاتے ہیں۔ یہ مسلم ہے کہ نماز کے لیے طہارت شرط، اور بدن کا نجاست سے پاک ہونا لزوماً ضروری۔

نجاست کی دو قسمیں فقہ میں بیان کی گئیں:

اول: نجاست حقیقی جیسے پیشاب، پاخانہ، شراب وغیرہ۔

دوم: نجاست حکمی جیسے جنابت، حدث۔

جس طرح نظر ظاہر بیں نجاست حقیقی کو دیکھتی ہے اور دور کرنا ضروری سمجھتی ہے اسی طرح نظر شریعت میں نجاست حکمی کو ملاحظہ کرتی اور غسل و وضو سے دور کرنا ضروری سمجھتی ہے۔ یہی غسل و وضو بے شک بدن کو ظاہری میل کچیل سے پاک بناتا اور نجاست حکمی کو دور کرتا ہے۔ نظر حقیقت بین معاصی کی نجاست کی طرف جاتی ہے اور بفحوائے ارشاد سرکار دو عالم ﷺ کہ وضو ہاتھوں کے گناہوں کو پاک بناتا ہے، چہرہ پر پانی کا بہانا چہرہ کے صغیرہ گناہوں کو دھوتا ہے، وعلی ہذا القیاس۔

پھر آخر میں اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ کہنے والا بندہ تمام کبیرہ گناہوں سے بریت کا اظہار کرتا ہے۔ اسی غسل و وضو کی معنوی کیفیات وہ تمام طرق توبہ واذکار واشغال عالم ناسوت ہیں جو حقیقی نماز پڑھنے کا طالب لذت نماز سے فیض یاب ہونے کے لیے عمل میں لاتا ہے۔

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ (أَوِ الْمُؤْمِنُ) فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهٖ كُلُّ خَطِیْئَةٍ نَظَرَ اِلَیْهَا بِعَیْنِهٖ مَعَ الْمَاءِ (أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ)، فَاِذَا غَسَلَ یَدَیْهِ خَرَجَ مِنْ یَدَیْهِ كُلُّ خَطِیْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا یَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ (أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ) فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَیْهِ خَرَجَ كُلُّ خَطِیْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ (أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ) حَتّٰی یَخْرُجَ نَقِیًّا مِنَ الذُّنُوْبِ.

(مسلم: ۵۳۰، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ مسلم (یا مومن) وضو کرتا ہے، اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو قطرۂ آب کے ساتھ (یا آخری قطرہ کے ساتھ ہی) اس کی ساری خطائیں ختم ہو جاتی ہیں جو اس کی آنکھوں سے صادر ہوتی ہیں، جب ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے قطرہ کے ساتھ (یا آخری قطرہ کے ساتھ ہی) ہاتھ کی ساری خطائیں دور ہو جاتی ہیں جو کچھ پکڑنے کی وجہ سے صادر ہوئی ہوں، جب پاؤں دھوتا ہے تو قطرۂ آب کے ساتھ ہی (یا آخری قطرہ کے ساتھ ہی) پاؤں کی ساری لغزشیں جاتی رہتی ہیں جو چلنے کی وجہ سے صادر ہوئی ہوتی ہیں، یہاں تک (جب وضو سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے) تو گناہوں کی تمام آلائشوں سے پاک وصاف ہو چکا ہوتا ہے۔

اب عالم ناسوت سے سیر ملکوت، کی طرف اٹھتا ہے، اور بفحوائے:

مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ اَلطُّهُوْرُ وَ تَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَ تَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ۔

(مسند امام احمد: ۱۰۰۹، مسند علی بن ابی طالب ۱/۱۹۶، والترمذی: ۳، باب ما جاء أن مفتاح الصلاۃ ۔۔۔ ۱/۱۳)

''نماز کی چابی طہارت (وضو)، اس کی تحریم تکبیر، اور تحلیل سلام پھیرنا ہے۔''

قلب کو ماسوی اللہ سے پاک بنا کر حرم صلوٰۃ میں داخل ہونے والا اللہ أکبر کہہ کر دروازۂ ناسوت کو بند کرتا اور ملکوتی شان اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ ملائکہ کی شان ہے کہ:

يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ لَيْلًا وَ نَهَارًا، وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔

''رات دن اللہ کی تسبیح کریں اور وہی کریں جو حکم پائیں''۔

سب سے پہلے تسبیح وتحلیل سے افتتاح کرتا ہے، کہتا ہے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

پھر سرکش شیطان سے پناہ مانگتے ہوئے خدا کا نام لے کر اسی کی زبان میں حمد باری تعالیٰ بجالاتا ہے، اس مالک کی شان بندہ نوازی، کہ جو شرف ہم کلامی شبانہ

روز تسبیح و تحلیل میں مشغول رہنے والے ملائکہ کو حاصل ہو وہ آلودۂ معاصی بندہ جو ابھی ابھی توبہ کے پانی سے طہارت حاصل کرتے ہوئے حاضر دربا ہوا ہے، اسی مرتبہ پر فائز فرمایا جاتا ہے۔

دریائے رحمت جوش زن ہے، بندہ نے عرض کیا:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

ادھر سے ارشاد ہوتا ہے:

حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ

''میرے بندہ نے میری تعریف کی''۔

بندہ عرض کرتا ہے:

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ادھر سے ارشاد ہوتا ہے:

مَجَّدَنِيْ عَبْدِيْ

(میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی)

بندہ عرض کرتا ہے:

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

ادھر سے ارشاد ہوتا ہے:

أَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ

(میرے بندے نے میری ثنا بیان کی)

پھر بندہ اپنی صحیح حالت کا بیان اس طرح کرتا ہے اور اپنا رابطہ اس مالک کے ساتھ اس طرح جتاتا ہے کہ:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

یعنی میں نے تمام ماسوی اللہ کو چھوڑا۔ سب جہان سے منہ موڑا۔ میں تیرا

بندہ تو میرا معبود۔ نہ کسی سے یہ رشتہ عبدیت، نہ کسی سے طلب و استعانت، تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔

اس جاذبہ کا سامنے آنا ہے اور اس کمال طلب کا پیش کیا جانا کہ ادھر سے دریائے محبت کی موجیں بڑھ کر استقبال کرتی ہیں اور بغایت جودوکرم ارشاد ہوتا ہے:

هَذَا بَيْنِي وَ بَيْنَ عَبْدِي وَ لِعَبْدِي مَا سَأَلَ۔

(احمد: ٧٢٦٩، مسند أبي هريرة ٤٦٢/٢، سنن أبی داؤد: ٨٢٠، باب من ترك القراءة فی وصلاته بفاتحة الكتاب، ٢١٦/١)

''یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان راز و نیاز کی بات ہے کہ اس نے سارے عالم سے منہ موڑ کر میری چوکھٹ کو تھاما اور یہاں سرِ نیاز کو جھکایا ہے۔ پس میرے بندہ کے لیے ہے جو چاہے وہ مانگے''۔

گویا صاف لفظوں میں یوں کہا جاتا ہے کہ مانگ کیا مانگتا ہے؟

سمجھ دار بندہ دنیا کی دولت، عالم کی عزت، سب پر لات مار کر طالب ذات بن کر آیا ہے، اس لیے مردانہ وار نیاز مندانہ صورت میں طلب ذات کس خوبصورت انداز سے کرتا ہے:۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

''مجھے سیدھی راہ پر لگادے''۔

خط مستقیم دو نقطوں کے درمیان اُقرب الخطوط کو کہتے ہیں۔ بندہ کی طلب بھی یہی کہ نقطۂ واجب الوجود و نقطۂ ممکن الوجود (مخلوق) یا نقطۂ معبود و نقطۂ عبد کے درمیان جو اُقرب الخطوط ہو اس پر مجھے جمادے، لگادے، یعنی میرے اور تیرے درمیان جو حجابات ہیں انہیں اٹھا کر مجھے اپنی ہستی میں ایسا گم کردے کہ بس تو ہی تو رہ جائے اور غیریت مٹ جائے:

اے جانِ جہاں اے روحِ رواں بس تو ہی رہے اور میں نہ رہوں
میں تجھ میں ہوں گم تو مجھ میں عیاں، بس تو ہی رہے اور میں نہ رہوں

یہی راہ ہے، یہی طریقہ ہے جس پر تیرے وہ بندے چلے جن پر تو نے انعام

کیااور أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي کاخلعت پہنا کراپنا مظہر حقیقت بنایا، یعنی انبیاء و مرسلین، صدیقین، شہداء وصالحین علیہم السلام ورضوان اللہ تعالیٰ علیہم اَجمعین۔

اور اس کج روی سے بچالے جس میں وہ لوگ پڑے رہے جن پر تو نے غضب کیا اور جو گمراہ ہوگئے:

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ. آمین

کہا، دعا قبول ہوئی۔ وہ عزت خاص بخشی گئی کہ خدا کا کلام اور بندہ کی زبان کچھ دیر کے لیے بندہ ہے اور مجرد تلاوت قرآن فَاقْرَأُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ کا فرمان اس پر برہان۔

اس گزارش کا دربار خداوندی میں پیش کیا جانا اور دراجابت کا واہونا، جبروتی جلوے نظر حقیقت بین کو محو تماشا کرتے ہیں، ملکوت سے جبروت کی طرف صعود ہے، اور الٰہی جلال و جبروت کی شان ملاحظہ کرتے ہی بندہ باادب دربار ایزدی میں سر نیاز جھکا رہا ہے۔ اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہتے ہوئے سر جھکانا اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم کہنا انہی کیفیاتِ جبروت کے مشاہدہ کا پتہ دیتا ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْم
(تو اپنے عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کرو۔)

فرماتے ہوئے اسی عظمت و جبروت والی ذات کی تسبیح کا حکم دیا گیا۔ یہاں سالک مقام جبروت مصلی مشاہدۂ تجلیات جبروتی میں محو تماشا ہے اور اس سمیع حقیقی کی صفت سماعت کا نظارہ کرتے ہوئے

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے ہوئے سر اٹھاتا ہے۔

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

اس موہبت عظمیٰ پر ادائے شکر کا انداز ہے۔ پھر شوق جمال یار میں دیوانہ وار خود رفتہ ہو کر عالم بے خودی میں سر جھکاتا ہے اور سجدہ نیاز بجالاتا ہے، یہ ہے قرب خاص کا مقام کہ حدیث میں آیا:

''بندہ کو اپنے مولیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ قرب حالت سجدہ میں ہوتا ہے''۔

اب نہ پردہ ہے نہ حجات لاہوتی، جلوہ آنکھوں میں ہے اور بندہ بشکل ''ھ'' ہائے ہویت میں گم ہے۔ زبان سے شکریہ باری میں اس کے علو مکان کے ملاحظہ پر سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَىٰ کہہ رہا ہے۔ اِدھر سے لاہوت کی طرف پیش قدمی تھی، اُدھر ھاہوتی و باہوتی عوالم کے نظاروں سے طالب صادق کا استقبال کیا جا رہا ہے، وہ ذات بحت بے حد و بے نہایت:

اے برادر بے نہایت درگہے است
ہر چہ بروے می رسی بروے مایست

کا سبق پڑھنے والا اس کمال اشتیاق میں کہ اب اس سے آگے رسائی ہوگی، سر اٹھاتا ہے اور بکمال خضوع سر جھکاتا ہے۔ پھر وہی نظارے ہیں، وہی تماشا، ادھر حیرت بالائے حیرت کا اضافہ۔ یہ مقام تلوین ہے، اپنی آلودگی، عالم ناسوت کے ساتھ وابستگی پر شرماتا ہے۔

اور پھر اسی حالت اولیٰ کی طرف عود کرتا ہے کہ:

مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ۔

''ہم نے تو تیری عبادت کا حق ہی ادا نہیں کیا''۔

اپنی بے بضاعتی پر آنسو بہاتا ہے اور پھر بغایت خشوع و خضوع تلاوت فاتحہ وَمَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ کرتے ہوئے اسی عالم کی طرف دوڑ رہا ہے۔ آخر سجدہ کے بعد اجازت قعود ملتی ہے اور اس نوازش و مکرمت پر شکریہ بجالانے کے لئے آداب و تحیات دربار:۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَوٰتُ وَ الطَّيِّبَاتُ

کہتے ہوئے ادا کرتا ہے۔ اور اس سرکار احمد مختار روحی فداہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، جن کے صدقے میں یہ سعادت ملی۔ امم سابقہ میں سے کوئی برسوں حالت

قیام ہی میں رہا، کسی کو رکوع سے زائد آداب بجالانے کی اجازت ہی نہ ملی، کوئی سجدہ ہی میں برسوں سر رگڑا کیا، یہاں یہ لطف و کرم کہ سب مقامات ایک ہی وقت میں طے، اور سب کیفیات کا ایک ہی وقت میں ورود، وہ نہ دے کچھ نہ ملے، یہ کچھ نہ تقسیم فرمائیں، ہم کچھ نہ پائیں۔ وہ دینے والا، یہ بانٹنے والے:

اِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ انہی کی شان، وَاللّٰهُ الْمُعْطِي اسی کا مرتبہ بغایت ادب نقل واقعۂ معراج کی نیت سے نہیں بلکہ بملاحظہ حضوری دربار سرکار ابد قرار ﷺ عرض پرداز کہ:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ

پھر اس حالت پر استقامت اور اس راہ پر ثبات کے لئے دعا کرتا ہے:۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔

بحر توحید میں غواصی کے لیے:

أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

کا نعرہ لگاتے اپنی اسی نسبت کا اظہار کرتے ہوئے جن کے صدقے میں مدارج نصیب ہوئے، ان کی رسالت کی گواہی:

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ (ﷺ)

کہتے ہوئے دیتا ہے کہ یہ ایسی جلیل بارگاہ ہے جہاں وہ افضل الرسل، ہادی سبل ﷺ بہ شان عبدیت جبین نیاز جھکائے ہوئے ہیں، اور رحمت الٰہی کی طلب اس صحیح انداز میں کرتا ہے کہ رحمت ہمیشہ اصل پر آئے تو فروع تک پہنچتی ہے۔ اصل کائنات ذات سید موجودات ﷺ ہے، ان پر رحمت آئے تو غلاموں تک پہنچ جائے۔ اسی لیے وہ مالک عالم یوں فرماتا ہے کہ:۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ﴾ (الاحزاب:۵۶)

''یقیناً اللہ رحمت بھیجتا، اور فرشتے رحمت لے کر آتے ہیں نبی ﷺ پر''۔

پس ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (الاحزاب:۵۶)

اے ایمان والو!

اگر تم اللہ کی رحمت سے حصہ لینا چاہتے ہو، اور خدا کے کرم کے خواستگار ہو تو:

﴿صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (الاحزاب:۵۶)

''ان کے لیے دعائے رحمت کرو اور ان کے دربار میں سلام بجالانے کے آداب کے موافق ہدیہ سلام پیش کرو''۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

(بخاری:۳۳۰۵، باب یزفون۔ النسلان فی المشي، و مسلم:۸۵۸، باب الصلاۃ علی النبی بعد التشھد)

پھر شرمندہ ہو کر اپنی کوتہی پر اور بکمال تضرع عرض پرداز ہے کہ:

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَاءِ، رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ (ابراھیم:۴۰۔۴۱)

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَ ارْحَمْنِيْ اِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

(بخاری:۸۲۵، باب الدعاء قبل السلام، مسلم:۶۸۱۹، باب استحباب خفض الصوت بالذکر)

''اے میرے پروردگار! میں نے اپنی جان پر بہت ستم کیا ہے، اور تیرے علاوہ کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں ہے، اپنی جناب سے میری مغفرت اور مجھ پر رحم فرما، یقیناً تو بہت ہی بخشنے، بہت ہی رحم فرمانے والا ہے۔''

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

کہنا تھا کہ پھر عالم ناسوت سامنے ہے اور اس کے تمام لذائذ اپنی اصلی

صورت میں موجود، لیکن:

حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا
سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

تیز ترین روشنی سے معمولی روشنی میں آنے والا انسان جانتا ہے کہ اگر چہ اس شمع سے گھر میں اجالا ہے، مگر بجلی کی سینکڑوں بتیوں کے انوار نے اس کی آنکھوں میں وہ کیفیت نورانیہ برقیہ پہنچائی ہے کہ اب یہ شمع کا اجالا بھی اسے اندھیرا ہی معلوم ہوتا ہے۔

اس نورانیت حقیقی سے چشم باطن کا لذت اندوز ہونا وہ کیفیت پیدا کر چکا ہے کہ اب اس عالم ناسوت کی کوئی لذت جس میں وہ کیفیت حقیقی نہ ہو، یعنی کوئی معصیت خواہ کیسی ہی دلربایانہ شکل میں کیوں نہ آئے، اس کی آنکھوں میں نہیں سماتی۔ یہی معنی ہیں اس مبارک فرمان کے کہ:

﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْکَرِ﴾

''نماز تمام فحشاء ومنکرات سے بچاتی ہے۔''

نماز کی لذت سے بہرہ یاب ہونے والے کو اب کوئی معصیت وفسق وفجور بھاتا ہی نہیں اور اسے ان میں سے کسی چیز میں مزا آتا ہی نہیں۔ زہد وورع، تقویٰ و طہارت کی حقیقت روشن ہوتی ہے اور مست دیدار محوِ تماشائے یار پھر اسی آنکھوں کی ٹھنڈک کا طالب ہے، جیسا کہ فرمایا گیا:

قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ

(احمد: ۱۲۰۳۹، مسند انس بن مالک ۵۵۴/۳، والبیہقی: ۱۳۶۱۸، باب رغبۃ فی النکاح ۲۳۶/۱۰، وسنن نسائی: ۳۹۵۰، باب حب النساء)

''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے''۔

یہ فرائض کی ادا تھی، اب سنن میں شغف، اور اس سے بھی آگے بڑھئے نوافل میں مشغولی تاکہ بندہ محوِ عبادت ہو جائے اور اسی نماز ہی کے ذریعہ درجات قرب پر فائز۔ حدیث قدسی میں فرمایا گیا:

لَا یَزَالُ عَبْدِيَ الْمُؤْمِنُ یَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی کُنْتُ أُحُبَبْتُهٗ۔

''میرا مومن بندہ نفلوں کی کثرت کے سبب مجھ سے نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ (میری محبوبیت کے خلعت فاخرہ سے نوازا جاتا ہے اور) میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں''۔

وہ طلب تھی جس کا جاذبہ اس بزم تک باردلانے والا ہوا، اب طالب رنگ محبوبیت میں رنگا جارہا ہے:۔

﴿ صِبْغَةَ اللّٰهِ ، وَ مَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ﴾(البقرة:۱۳۶)

''اللہ کا رنگ، بھلا اللہ کے رنگ سے زیادہ اچھا رنگ کون سا ہوگا''۔

آخر طالب مطلوب میں، حبیب محبوب میں ایسا محو ہے کہ ممکن واجب میں فنا اور مجاز حقیقت میں گم:

میں تھا بھی کہاں اور ہوں بھی کہاں ہستی ہے میری ایک وہم وگماں

جب آئے یقین مٹ جائے گماں بس تو ہی رہے اور میں نہ رہوں

﴿ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى یَأْتِیَكَ الْیَقِیْنُ ﴾ (الحجر:۹۹)

''اور اپنے رب کی عبادت کرو یہاں تک کہ آپ یقین سے مالامال ہوں۔''

میں اسی کیفیت کی طرف اشارہ تھا۔ اب کہ ہستی طالب ہستی حقیقی میں گم ہے ، نظر ظاہر بیں اس کے فعل کو اس کے جسم کا فعل سمجھے، اس کا بولنا زبان کی حرکت، سننا کانوں کی قوت، چلنا پھرنا پیروں کی طاقت پر محمول کیا جائے مگر:

کوئی اور بولتا ہے یہ میری زبان نہ سمجھو

کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ یَسْمَعُ بِهٖ وَ بَصَرَهُ الَّذِيْ یَبْصُرُ بِهٖ وَ یَدَهُ الَّتِيْ یَبْطِشُ بِهَا۔

(بخاری:۶۳۵۵، باب التواضع، الاحادیث القدسیۃ :۸۱، جزاء معاداۃ اولیاء اللہ تعالیٰ ۱/۴۳)

''میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے، اور اس کے قدم بن جاتا ہوں جن سے چلتا ہے۔''

تمام عالم اس کے تحت تصرف، جہاں بھر میں اس کا حکم۔ خدا کی قوت، خدا کی طاقت، اس کی سمع، اور اس کی بصارت سے کون سی چیز ہے جو خارج ہو سکے؟ اس آئینہ میں وہی جلوہ آشکار:

طور جل کر رہ گیا جلوہ ہے اب تک برقرار
حسن میں تھی پختہ کاری جوش سودا خام تھا

طور سے انّی أنا رَبُّكَ کی آواز آتی ہے تو وہی آواز سُبحَانِی مَا أعظَمَ شَأنِي کا کلمہ یہاں بھی سناتی ہے مگر حاشا حاشا یہ نہ سمجھنا کہ اس جسم میں اس ذات کا حلول ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ بلکہ یہ وجود اس ہستی حقیقی میں فنا۔ ''یہ'' ہے ہی نہیں وہی ''وہ'' ہے:

بخدا غیر خدا درد و جہاں چیزے نیست
بے نشان است کز و نام و نشان چیزے نیست
ہستی تست حجاب تو وگرنہ پیداست
کہ دریں پردہ بجز دوست نہاں چیز نیست

لَا آدَمُ فِی الکَونِ وَلَا اِبلِیسُ
لَا مُلكُ سُلَیمَانَ وَ لَا بِلقِیس
فَالکُلُّ عِبَارَۃٌ، أَنتَ المَعنٰی
یَا مَن هُوَ لِلقُلُوبِ مِغنَاطِیس

اس میدان میں نہ قلم کو یارائے تحریر نہ اس زبان کو مجال تقریر۔ جو کچھ ہے حال، قال کی گنجائش نہیں۔ جو بولا تباہ ہوا۔ جس نے سمجھا اور پایا وہ خود ہی نہ رہا، جو بولتا۔

وَمَا تَوفِیقِي اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیهِ تَوَکَّلتُ وَاِلَیهِ أُنِیبُ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوسرا باب

اذکار

سلوک قادریہ

بحر ناپیدا کنار توحید میں مستغرق ہو کر مرتبۂ محبوبیت سے نوازے جانے والے، جو اپنے مقام قرب خاص ولایت پر ممتاز ہو کر قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ فرمائیں، اور جملہ اولیائے زمانہ ان کے قدوم مبارک اپنی گردنوں پر لیں، محبوب سبحانی، قطب ربانی، غوث الثقلین، مغیث الکونین، رب قادر کے قدرت نما پیارے سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جنہوں نے ملت اسلامیہ کے مردہ وجود میں جان ڈالی اور محی الدین کہلائے، مردہ دلوں کو زندہ کیا، اور محی حقیقی جل وعلا کی حیات بخشی کے نمونے ظاہر فرمائے، نفس وشیطان پر موت کا پہاڑ توڑا اور رب ممیت کی قدرت ممات کے جلوے دکھائے۔ وہ جب اپنی محبوبانہ، دلربایانہ ادائیں دکھائیں، عالم کو دیوانہ ومتوالا بنائیں، عجمی کہلائیں اور عرب پر اپنی سطوت وجبروت کا سکہ بٹھائیں:۔

آن ترک عجم چوں زمۂ حسن طرب کرد
بر پشت سمند آمدہ و صید عرب کرد
چوں کاکل ترکانہ بر انداخت زمستی
غارت گری کوفہ و بغداد و حلب کرد

عربی تاجدار روحی فداہ ﷺ کے لاڈلے بیٹے شہنشاہ ہفت اقلیم کے قدم بہ قدم چل کر:

وَکُلُّ وَلِیٍّ لَہٗ قَدَمٌ وَاِنِّیْ
عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالِ

کہتے ہوئے جو نقش قدم اپنے قدم پکڑنے والوں کے لیے چھوڑتے ہیں،
سلوک قادریہ کی صورت میں اسی طرح پیش۔ زہے نصیب جو ان قدموں پر سر
جھکائے، اور خوشا قسمت جو اس راہ پر چل کر منزل مقصود پائے اور دولت وصال سے
مالا ہو جائے۔

اصول عشرہ یا عوالم کلیہ

کشتیوں، ریلوں، اور ہوائی جہازوں میں سیر کرنے والے اصول مساحت
کے اعتبار سے خشک صحراؤں اور بڑے بڑے سمندروں کو ماپیں اور کرہ ارضی کی پیمائش
(SERVEY) کرتے ہوئے اپنی دوربینوں اور آلات کے ذریعہ جو کچھ معلوم کریں اس
کر ترتیب دے کر عالم کا نقشہ بنائیں اور جغرافیہ مدون کریں، ہم نے تم نے نہ ان کی
طرح سفر کیا، نہ ہم وہ آلات میسر، نہ ہم اس فن مساحت سے واقف، جو کچھ انہوں
نے کہہ دیا اس پر یقین، اور جو کچھ وہ بتائیں بلا تحقیق اس کی تصدیق، اگر یہ اصول صحیح
ہے اور دیکھنے والوں، جاننے والوں، تحقیق کرنے والوں کے کلام کا اعتبار کرنا دنیا کا
دستور، تو روحانی ممالک کی سیر فرمانے والوں، اقالیم ملکوت و لاہوت و جبروت کی
مساحت فرمانے والوں اور اس جغرافیہ ما فوق الارض کی پیمائش کرنے والوں کے
ترتیب دیئے ہوئے جغرافیہ کو بھی سن لیجئے۔ خدا توفیق دے ہمت ہو تو خود سیر کیجئے، خود
تحقیق کیجئے، معلوم ہو جائے گا کہ بے شک جو کہا گیا سچ تھا، جو بتایا گیا واقعی تھا۔ سیر
ارضی و مساحت دنیوی کے لیے آلات اور دوربینیں درکار۔ اس سیر میں قلبی آنکھوں
اور روحانی دوربینوں سے سروکار۔ وہاں ان سے کام چلے، یہاں ان کے ذریعہ راہ
ملے، جغرافیہ رُوحانی کی تفصیل تو سیر سے ہی معلوم ہو گی۔ یہاں ایک اجمالی نقشہ
دیتے ہیں اور فقط ممالک کی تقسیم بتاتے ہیں کہ ابتداء میں طلبہ کو جغرافیہ ارضی بھی اسی
طرح سکھایا جاتا ہے۔

ہر خطہ کے دیکھنے کے لیے جو آلات خاص آپ کے وجود میں موجود

ہیں،اس کی طرف اشارہ ہوگا اور وہاں کی پیداوار کا الوان و انوار کے الفاظ سے اظہار۔ ان آلات کو اصطلاح صوفیہ میں لطائف کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ اس سلوک مبارکہ میں لطائف بسیط یا عوالم کلیہ دس بتائے جاتے ہیں، اور انہیں کو اصول عشرہ کہتے ہیں:۔

اصل اول

ولایت حضرت محبوبیت محمدیہ

علی صاحبہا السلام والتحیۃ

اس عالم کا نام عالم بہت یا باہوت ہے اور لطیفہ اخفیٰ کو اس سے خاص نسبت۔ یہاں ظہور عمائیہ حضرت ذات الٰہیہ ہے اور خلوت احدیت۔ جلوہ علم ذاتی ہے اور نوریت اخضریہ۔

اصل دوم

ولایت عیسویہ

علی صاحبہا السلام والتحیۃ

عالم ہویت یا ہاہوت، لطیفہ خفی کو اس سے خاص نسبت، یہاں ظہور صفات تنزیہیہ ہے اور خلوت وحدانیت، جلوہ علم اجمالی ہے اور نوریت اسودیہ۔

اصل سوم

ولایت موسویہ

علی صاحبہا السلام والتحیۃ

عالم الٰہیہ یالاہوت۔ لطیفہ سر کو خاص نسبت۔ یہاں ظہور صفات شیونیہ ہے، اور خلوت احدیت۔ اس میں جلوہ علم تفصیلی ہے اور نوریت ابیضیہ۔

اصل چہارم

ولایت ابراہیمیہ

علی صاحبہا السلام والتحیۃ

عالم روحیہ یا عالم جبروت۔ لطیفۂ روح کو خاص نسبت، یہاں ظہور مجرد از مادہ و جسمیت ہے، اسی ولایت میں جلوۂ صفات سبعہ ہے اور اس کی نوریت اصفر ہے۔

اصل پنجم

ولایت آدمیہ

علی صاحبہا السلام والتحیۃ

یہ عالم مثال ہے یا عالم ملکوت۔ لطیفہ قلب کو اس سے خاص نسبت۔ یہاں نوریت مجرد از جسمانیت ہے، لیکن مشبہ بصورت شہادت، یہ حضرت نوریت مثالیہ ہے اسی میں جلوۂ فعلیہ الٰہیہ ہے اور یہاں کی نوریت احمریہ۔

اصل ششم

نفس

عالم نفسیہ، لطیفہ نفس کو اس سے نسبت خاص۔ یہاں صورت جسمیہ مدبرہ حیوانیہ مقتضیۂ حرکات شہوانیہ ہے، اس میں جلوۂ خالقیت ہے۔

اصل ہفتم

نار

عالم ناریہ۔لطیفۂ نارکواس سے نسبت۔اس میں بھی جلوۂ خالقیت۔

اصل ہشتم

ہوا

عالم ہوائیہ، لطیفۂ ہوا کواس سے خاص نسبت۔ یہ حضرت طیریہ ہے، اس میں بھی جلوۂ خالقیت ہے۔

اصل نہم

ماء

عالم مائیہ، لطیفۂ آب کو اس سے نسبت۔ یہاں صورت جسمیہ مقتضیۂ برودت ورطوبت ہے، اس میں جلوۂ خالقیت ہے۔

اصل دہم

ارض

عالم ارضیہ، لطیفۂ خاک کو اس سے نسبت۔صورت جسمیہ مقتضیۂ برودت و یبوست ہے۔ یہ حضرت تمکین وسکینہ اور کمالات نبوت کا اس سے انکشاف۔

یہ اجمال حقیقۃ جن عوالم کی تفصیل ہے وہ ان ناموں سے مشہور۔

عالم لاہوت۔اس میں باہوت وہاہوت بھی داخل۔

عالم جبروت　　　**عالم ملکوت**

عالم ناسوت: اس میں اصول خمسہ از ششم تا دہم یعنی نفس، نار، ہوا، آب، خاک سب داخل۔

سلوک سلسلہ عالیہ قادریہ (رضی اللہ تعالیٰ عن اعالیہا) انہیں چار عالموں کے طے کرنے پر منظوری۔ سالک کی پہلی منزل عالم ناسوت، جس میں اصول خمسہ نفس ونارو ہواوآب وخاک داخل، سامنے ہے، علی الترتیب ادنیٰ سے چل کر اعلیٰ تک راہ پایئے، اورذیل کی مشقوں پر علی التدریج عمل فرمایئے:

جسم انسانی چار عنصروں سے مرکب: نارو ہوا، آب وخاک۔ ضرورت ہے کہ ان چاروں عناصر کی کثافت پر روحانی لطافت اس طرح غالب آ جائے کہ اس وجود میں باوجود مادیت روحانی گلشن کی سیر کی قابلیت پیدا ہو جائے۔ اس لیے ہر ہر عنصر کی تطہیر کی حاجت، خاکی وجود پر ارضیت ہی غالب، اس لیے پہلے اس عنصر کی طرف توجہ درکار، یوں تو تمام جسم اسی سے مرکب مگر جسم میں اس کا محل خاص یا نقطۂ مرکزی زیر ناف، اس لیے اس مقام سے ابتداء کیجئے۔

مشق اول

تطہیر لطیفۂ خاک

بعد توبہ استغفار وقرأت کلمہ شہادت وفاتحہ حسب معمول دوزانو یا چہار زانو قبلہ رو بیٹھئے، اوراس طرح ذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کیجئے۔

لَا: ناف کے نیچے محل لطیفۂ خاک پر سانس روک کر لا کو کھینچ کر دماغ سے اوپر بہ تصور مافوق الی العرش المعلیٰ لے جایئے۔

اِلٰهَ: تمام مادیات کی نفی کا تصور کرتے ہوئے دائیں کاندھے پر لایئے۔

اِلَّا اللّٰه: بائیں طرف لیتے ہوئے قلب پر ضرب دیجئے، آواز بہت بلند نہ بالکل پست۔ بہتر یہ ہے کہ زبان سے ذکر کیجئے۔ ہاں اگر کچھ موانع ہوں اور شیخ

اجازت دے تو صرف خیال ہی خیال میں کیا جا سکتا ہے۔

ضرب الاَّ اللّٰہ پر اس قدر سانس کو روکے رکھیے کہ دم گھٹنے لگے، اس کے بعد سانس کو آہستہ آہستہ چھوڑیئے، زبان سے محمد رسول اللہ (ﷺ) کہیے، اسی طرح جتنی دفعہ اور جتنی دیر ذکر کرنا ہے کیے جائے، چند روز کے بعد جب ایک سانس میں ایک بار اچھی طرح ذکر جم جائے اور سانس بچنے لگے تب تعداد بڑھایئے، اور ایک سانس میں تین مرتبہ اسی ترتیب سے ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' کہیے اور تیسری مرتبہ سانس چھوڑ کر محمد رسول اللہ (ﷺ) کہیے، جتنی بار ذکر کرنا ہے اسی طرح کیے جایئے۔ جب اس کی عادت بھی اچھی طرح ہو جائے تو تعداد کو اور بڑھایئے اور ایک سانس میں پانچ مرتبہ ذکر فرمایئے، پانچویں بار سانس چھوڑ کر محمد رسول اللہ (ﷺ) کہیے۔ اس طرح عادت ڈالتے ہوئے بتدریج ایک سانس میں ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تعداد کو اکیس تک پہنچایئے۔

مراقبہ

ذکر کے بعد تھوڑی دیر خاموش بیٹھئے اور قلب پر فیض ربانی کا انتظار کیجئے۔

نتیجہ وطریقہ امتحان

جب قلب میں حرارت و رقت پیدا ہو سمجھئے کہ اجزاء ارضی میں صفائی پیدا ہوئی۔ حالت مراقبہ میں زمین، پہاڑ، مکانات، غار، معدنیات، مساجد، معابد، مقابر، اکثر سامنے آئیں گے۔ یہی صاف ہوتے جانے کی دلیل ہے۔ کشف قبور سے اس کا مزید امتحان کر سکتے ہیں۔ اگر صاحب قبر کی کیفیت مکشوف ہونے لگے سمجھئے کہ یہ مشق صحیح طور پر کی گئی۔ آگے بڑھیے۔

اگر اس امتحان میں ناکامی ہو تو اکیس تک تعداد ذکر کو پہنچانے کے باوجود پھر ابتداء سے شروع کیجئے اور معنی کا تصور، نفی کا مفہوم، مد و شد، تحت و فوق، یعنی کیفیت

ذکر کو ہر اعتبار سے درست کرتے ہوئے بتدریج تعداد بڑھایئے، شمار بڑھانے میں عجلت نہ کیجئے، مقصود اس کا اثر رکھیے، جب اچھی طرح امتحانات سے ثابت ہو جائے کہ اس عنصر کی تطہیر ہو چکی تب مشق دوم یعنی تطہیر لطیفہ آب کی طرف توجہ کیجئے۔

مشق دوم

تطہیر لطیفۂ آب

حسب معمول اسی ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کو کیجئے۔

لَا: دائیں پستان کے نیچے سے اٹھایئے اور مشق اولیٰ کی ترتیب کے مطابق ما فوق العرش تک لے جایئے۔

اِلٰہَ: دائیں شانہ پر لایئے۔ تمام مادیات کی نفی فرمایئے۔

اِلَّا اللّٰہُ: قلب پر ضرب دیجئے اور اسی ترتیب مشق اول کے مطابق بتدریج تعداد ذکر کو بڑھایئے۔ اکیس تک لے جایئے۔ روزانہ بعد فراغ تھوڑی دیر کے لیے مراقبہ فرمایئے۔

نتیجہ امتحان

جب قلب کی سی حرکت دائیں پستان کے نیچے بھی پیدا ہو جائے، حالت مراقبہ میں مینہ کی پھوار، زور کی بارش، حوض، نہر، دریا، سمندر، خود بخود بار بار سامنے آئیں یہ دلیل صفائے لطیفہ آب ہے۔ آگے بڑھیے۔

مشق سوم

تطہیر لطیفہ ہوا

حسب معمول وہی ذکر لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کیجئے، توجہ کو ناف سے اوپر قائم فرمایئے اور اسی طرح:

لَا: ناف کے اوپر سے سانس روک کر اٹھایئے، ما فوق العرش لے جایئے۔
اِلٰہَ:۔داہنے شانے پر لایئے وہاں سے
اِلَّا اللّٰہُ: کی ضرب قلب پر دیجئے۔ تعداد ذکر کو اسی ترتیب کے ساتھ بڑھایئے، ایک سے چل کر اکیس تک لے جایئے۔

نتیجہ امتحان

جب ناف کے اوپر اس مقام پر بھی نبض کی سی حرکت محسوس ہونے لگے عین مشغولی ذکر، یا وقت مراقبہ بعد ذکر، یا اسی زمانہ ذکر میں خواب کے اندر، اپنے آپ کو اڑتا دیکھئے، قسم قسم کی ہواؤں کا انکشاف ہو، سمجھئے کہ لطیفۂ ہوا میں صفائی پیدا ہوئی۔

مشق چہارم

تطہیر لطیفہ نار

حسب معمول وہی ذکر لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کیجئے۔ توجہ کو سینہ کے بالکل وسط میں قائم فرمایئے۔ فم معدہ سے اور پر دونوں پسلیوں کے ملنے کی جگہ دھیان جمایئے، وہیں سے لَا کو اٹھایئے، اور حسب معمول قلب پر ضرب اِلَّا اللّٰہ دیجئے۔ تعداد ذکر کو اسی ترتیب کے مطابق بڑھایئے اور اکیس تک لے جایئے۔

نتیجہ و امتحان

جب اس مقام پر حرکت نبض محسوس ہونے لگے یہ دلیل صفائے لطیفہ نار ہے، مزاج میں گرمی پیدا ہو، بات بات میں اشتعال ہو، حالت ذکر و فکر یا خواب میں آگ، شہاب ثاقب، برق و صواعق، چراغ و مشعل معائنہ ہوں، سمجھئے کہ لطیفۂ نار میں صفائی ہوئی۔

مشق پنجم

تطہیر لطیفہ نفس

اسی مذکورہ قاعدہ کے مطابق ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کیجئے، مگر توجہ ام الدماغ پر قائم کیجئے۔

لَا: وہیں سے اٹھایئے، مافوق العرش لے جایئے۔

اِلَـــٰـہَ: کودائیں شانہ پر لایئے اور تمام مادیات ونفسانی خواہشات کی نفی کرتے ہوئے اِلَّا اللّٰہُ کی ضرب قلب پر دیجئے۔ تعداد ذکر کو اسی ترتیب مذکورہ سے بڑھایئے، اکیس تک لے جایئے، تا آنکہ ام الدماغ سے بھی حرکت نبض پیدا ہو جائے۔

نتیجہ امتحان

چونکہ دماغ سے عصبات تمام جسم میں پہنچتے ہیں، اس مشق کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام رگ وپے میں حرکت ذکر محسوس ہو اور بڑھتے بڑھتے ذاکر کو یہ معلوم ہونے لگے کہ میرے ساتھ میرے جسم کا ہر ہر حصہ ذاکر ہے، ہر ہر بن موجب ذکر میں مشغول معلوم ہو، اعضاء وجوارح میں کثرت انوار اس طرح مشاہدہ ہو جیسے آسمان پر ستاروں کا ہجوم۔ سمجھئے کہ لطیفہ نفس میں صفائی ہوئی۔ یہی سلطان الاذکار ہے۔

ہدایت خاص

اس حالت میں مد کو جس قدر طویل کیا جائے زیادہ مفید، اگرچہ عدد ذکر کمتر رہے، مگر مد وشد وتوجہ معانی بیشتر رہے تا کہ نفع جلد اور پائیدار ہو، جسم کے تمام اعضاء کی حرکتیں برابر رہیں، اور تمام وجود اس طرح فکر میں مشغول ہو جائے کہ تمام اعضاء کے ذکر کی مختلف آوازیں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی آواز کی طرح سنائی دیں،

یہاں کوشش کرنی چاہیے کہ یہ تمام آوازیں اسی طرح ایک ہو جائیں کہ مد وشد کچھ نہ معلوم ہو، یہی آواز صوت سرمدی کے نام سے موسوم۔ اس وقت آفتاب نیم روز یا بدر کامل کی سی نورانیت ظاہر ہو اور نور ہی نور محیط نظر آئے۔ نفوس انسانی وحیوانی وجنی و شیطانی، فلکی وکوکبی سب مکشوف ہوں اور اگر مدرکہ صحیح ہے تو کشف قلوب بہت بڑھ جائے۔

یہاں ذکر جسدی تمام ہوا، ناسوت کی منزل طے ہوئی۔ اگرچہ بعض صاحبان ارشاد طالبین با استعداد کو اس مقام تک ترقی یافیہ پا کر دوسروں کو بیعت کی اجازت دے دیتے ہیں، مگر حاشا حاشا یہ نہ سمجھنا کہ یہ منصب کمال ہے، بلکہ یوں سمجھ لو کہ فضل ربانی شامل حال ہے تو یہ مقام استعداد کمال کی ایک دلیل ہے، آگے بڑھو، نفس امارہ سے خلاصی کی تدبیر کرو، ایسا نہ ہو کہ کشف وکرامت کی الجھنوں میں پھنس کر مقصود اصلی سے دور جا پڑو۔ یہ تو سیر ناسوت تھی۔ اب عالم ملکوت میں قدم رکھو، واللہ الھادی۔

مشق ششم

تطہیر لطیفۂ قلب

اوپر کی مشقوں میں جس جز کو قلب یا دل کے نام سے یاد کیا گیا وہ قلب حقیقی نہیں بلکہ صورت قلب تھی۔ کیونکہ گوشت کا ٹکڑا ایک جسمانی شے، وہ گویا قلب حقیقی کا مرکب ہے یا اس کا مقام قلب کی حقیقت کی طرف اصل پنجم ولایت آدمیہ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ نور جسمانیت سے مجرد، مشبہ بصورت شہادت ہے، اس کا نام عالم مثال اور یہی ولایت آدمیہ۔ اس کا تصفیہ اس طرح کرو لَا اِلٰهَ کلمہ نفی تھا، مرکبات کے تصفیہ کے لیے اس کے ذکر کی ضرورت تھی، اب مجردات کا باب شروع ہے، یہاں اثبات مجرد سے کام لو اور صرف اِلَّا اللّٰہ کے معنی کا دھیان کرو، یہاں نفی کے ذکر سے

مقصود میں فتور اور کام میں قصور۔

ا) کلمہ اِلَّا اللّٰہ کا مفہوم (یعنی اللہ ہے) ذہن میں لو۔

ب) قلب ظاہر جس صورت میں تم کو مکشوف ہوا (خواہ بصورت جسمانی مخروطی یا بصورت آفتاب یا ماہتاب) اس صورت کے اندر داخل ہو، اور الفاظ سے مجرد محض مفہوم اثبات کو قائم کرو، یہاں تک کہ قلب کی صورت مثال بصورت طالب ظاہر ہو، اور خود اپنی جسمانیت سے علیحدہ ہو کر قلب کی وہ صورت جو پہلے قائم تھی بالکل غائب ہو کر طالب کو اپنی ہی صورت اس طرح نظر آئے جس طرح آئینہ میں منہ دیکھتے وقت بے کم و کاست معلوم ہوتی ہے۔ یہاں جسم و ذکر جسمانی سب غائب ہیں، تجلیات افعال کا ظہور ہے۔

نتیجہ

سالک پر جملہ کائنات جو مخلوق ہو چکی یا آئندہ مخلوق ہو گی، اعمال کی صورتیں، افعال واقوال کی امثلہ منکشف ہوتی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ فناءِ جسمیت کے بعد فعلیہ مثالیہ رب العزت جل وعلا کی تجلی ظاہر ہوتی ہے، اس کی ترتیب احاطہ تحریر میں اسی قدر آسکتی ہے، باقی حال ہے جب وارد ہو گا مشاہدہ کر لینا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس ذکر قلبی سے عالم ملکوت کی منزل طے ہوئی اور اس عالم کی تم نے خوب سیر کی۔ الحمد للہ، ثم الحمد للہ۔ لیکن ابھی منزل دور ہے۔ آگے بڑھو۔

مشق ہفتم

تطہیر لطیفہ روح

اب عالم جبروت شروع ہے۔ اِلَّا اللّٰہُ کے اِلا سے بھی قطع نظر محض ''اللّٰہ'' اسم ذات سے کام ہے۔ طریقہ مشق یہ ہے کہ قلب کی وہ صورت مثال جو قائم ہو چکی

ہے اس میں غور کرو، پہلے مفہوم ''اللّٰــہ ہے'' ذہن میں تھا، اب نسبتوں سے منزہ ہوکر محض اسم ذات کی ورزش کرو (یہ مضمون اس سے بھی باریک ہے، القاء مرشد کی ضرورت) جب یہ توجہ کامل ہو جائے گی، تو اب وہ صورت جسم بھی غائب ہوگی اور صورت روح محض نور، صورت جسم سے منزہ صفات الٰہیہ سے مربوط، مشاہدہ ہوگی۔ (صفات الٰہیہ سے مراد امہات الصفات صفات سبعیہ ہیں یعنی حیات، علم، قدرت، سمع، بصر، کلام، ارادہ) اب جسم و صورت جسم و مثال سب غائب، صرف ایک نور مجرد مشاہدہ ہوگا جو بذاتہٖ حی و علیم و قدیر و سمیع و بصیر و متکلم و مرید ہے، یہاں سالک پر قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّی کا راز کھلے گا۔ ارواح لطیفہ و اعیان عجیبہ کا شہود اور کرامات غریبہ کا ظہور ہوگا۔

الحمدللہ! عالم جبروت کی منزل طے ہوئی، آگے بڑھو۔

مشق ہشتم

تطہیر لطیفہ سر

اب عالم لاہوت شروع ہے۔ اسم نہیں بلکہ تصور ذات ''ہ'' کی مشق ہے، اس طرح کہ وجود روحی بھی غائب ہو اور صرف وجود علمی باقی رہے۔ اس کی کیفیت قلم کیا لکھے؟ اتنا ہی سمجھ لیجئے کہ پہلے صفات ثبوتیہ کا ظہور ہوا، اب صفات سے بڑھ کر شیون ذاتیہ کی تجلّی ہے۔ جب یہ توجہ کامل ہوتی ہے تو سالک پر ایک خلا ظاہر ہوتا ہے، جیسا کہ آسمان و زمیں کے درمیان خلا ہے، خلا کے سوا اسے کچھ نہیں ملتا۔ البتہ اپنے علم کا شعور ضرور باقی رہتا ہے جس کے ذریعہ اسرار کلامیہ، علوم عقلیہ، معارف حقیقت، علوم لدنیہ اور تجلیات شیونیہ عظمت و جلالت کا ظہور ہوتا ہے۔ سالک پر كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ کا راز کھلتا ہے، اور منزل لاہوت طے ہو جاتی ہے، لیکن لقائے رب کی تمنا تو سالک پر لازم کہ تعمیل امر رب فرمائے کہ ارشاد حضرت عزت جلت عظمتہ ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا

وَ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ أَحَدًا ﴾ (الکہف:۱۱۰)

''جو رب کے دیدار کی تمنا رکھتا ہو پس اسے چاہیے کہ نیک کام بجالائے اور رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے''۔

یہ ضرور ہے کہ عالم لاہوت سے آتے جائے گام زدن نہیں، یہی انتہائے سلوک، اسی لیے یہاں سالک کو منتہی کہتے ہیں اور اکثر مشائخ اس مقام پر طالب کو اجازت کی عزت سے نوازتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ منزل ناسوت کا طے ہونا، قبول کمال اور استعداد کمال کی دلیل ہے، اس کے بعد ملکوت طلب کمال وارادہ تحصیل عروج بدرگاہ ذوالجلال ہے، اور جبروت طی مسافت اور لاہوت در شہریار پر پہنچنا، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے آگے جائے گام زدن نہیں، حقیقۃً تمنائے لقاء کا پیش کرنا، اور جب تک دیدار یار نہ ہو عجائبات وکرامات پر فریفتہ رہنا مقصود سے کوسوں دور ہو جانا ہے۔ اسی وجہ سے بعد طی منزل لاہوت، سالک مستعد بنا رہے۔ اب اس کو ہمت کرنے کی ضرورت ہے، جمال جہاں آراء کا مشتاق رہنا چاہتے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ وَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔

''یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے اور نیک کاروں کے اجر کو رائیگاں نہیں فرماتا''۔

مشق نہم

تطہیر لطیفہ خفی

مشق ہشتم کے دوران میں جو خلا نظر آیا تھا، کیا تھا؟ ہائے ھویت کی وسعت تھی۔

﴿ وَ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْئٍ عِلْمًا ﴾ (الطلاق:۱۲)

''اور یقیناً اللہ اپنے علم سے تمام چیزوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے''۔

اسی کی طرف اشارہ۔ وہ وسعت حد شیونات سے بڑھ کر سالک کو حیرت میں ڈالے گی اور صفات باری میں مستہلک کردے گی۔ وسعت کا احساس غائب

ہوا، صور عقلیہ اور علوم اضافیہ سے یک لخت غیب میسر ہو کر صفات الٰہیہ میں فنا حاصل ہوئی، اب سالک پر جلوہ محبوب ہزاروں صفات جمال وجلال کے پردوں سے متجلی ہو کر اس امر کا ایمان کامل عطا فرماتا ہے کہ:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَا لِ وَ الْاِكْرَام﴾ (الرحمٰن: ۲۷۔۲۶)

''اس پر جو کوئی بھی ہے فنا ہونے والا، باقی رہتی ہے تمہارے رب کی ذات جو جلال واکرام والا ہے''۔

تجلیات تنزیہی کا وفور ہوا تو سالک کو اذعان ہوا کہ:۔

﴿ اَللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ، وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ ﴾ (الاخلاص: ۲۔۴)

''اللہ (ایسا) بے نیاز ہے (کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج ہیں، اس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے''۔

عالم لاہوت کے بعد یہ عالم ھاھوت بالطاف ربانی کھل جاتا ہے یا ہمت اعانت فرماتی ہے، بظاہر اس کی مشق کو یوں خیال کر لینا ہے کہ عالم لاہوت میں توجہ کے لیے ھائے ھویت ''ہ'' کی مشغولی راہبر بنی تھی، اب کیا کیجئے؟ اس ''ہ'' کے دائرہ میں سرگردانی؟ یا کیا؟ ہاں! بات تو یہی ہے، لیکن یہ بتایئے کہ اللہ کی ''ہ'' پر یہ الٹا پیش جو نظر آ رہا ہے وہ کیا ہے؟ یہ ''ہ'' کا اشباعی ضمہ ہے، جو ھو میں واو کی صورت رکھتا ہے اور محض ''ہ'' پر اس کا الٹا یعنی واو کا عکس منعکس ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ واؤ اور قلب کی صورت ایک جو جسم عنصری میں ذات بے چون و بے چگوں کی آیت ربانی ہے۔ جب رایتِ ذوالجلالی، یعنی ضمہ اشباعی ''ہ'' پر پہنچی تو قلب الٹا اور اپنی اصل کی طرف دوڑا، تو اب شکل راست ہوئی اور اس راستی کی بدولت اپنے آپ کو قطرہ کی طرح دریا میں پہنچ کر فانی و مستہلک پایا۔

﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۱۵۶)

کا سفر طے کر کے ﴿ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی ﴾(النجم:۴۲)
کی منزل گاہ مقصود پر پہنچا۔ علوم اضافیہ کو غائب اور صفات الٰہیہ تنزیہیہ کو غالب پایا ﴿ فَبِأَيِّ ءَالَاءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰی ﴾(النجم:۵۵)
(اپنے رب کی کس نعمت میں شک کرتے ہوئے)

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی آلائِهٖ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَلٰی نَعْمَائِهٖ۔

مشق دہم

تطہیر لطیفہ اخفیٰ

عالم ہاہوت میں سالک کو صفات تنزیہیہ میں فنا میسر ہوئی، لیکن صفات اگر چہ فی ذاتھا متحد لیکن تعدد ضرور۔ حقیقۃً صفات غیر ذات نہیں، لیکن غیریت اعتباری کا شعور باقی، اور سالک کی نسبت یہ سمجھئے کہ اگر چہ فانی لیکن کس میں؟ صفات میں، پس ﴿قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ......الآية ﴾(الأنعام:۹۱)
''کہو، اللہ، پھر ان کو (ان کی حالت پر) چھوڑ دو''۔

سالک کو لازم کہ صفات سے ذات کی طرف راہ لے اور اپنی فنا کے شعور کو بھی فنا کر دے تا کہ فناء فی الفناء حاصل اور ذات سے واصل۔ اب اس کی مشق کا کیا عنوان ہو، یہاں تو ضمہ اشباعی بھی نہیں، پس اسی لیے یہاں بعد طے عالم بہت یا علم یاہوت کہا گیا کہ اقصیٰ مراتب سالک ''تحیر'' یا ''حیرت'' بنایا گیا ہے۔ جب سالک متحیر ہوا اور قطرہ کو تمنا ہوئی کہ دریا بنے اور کوئی راہ ملی نہیں تو حیرت زدہ ہو کر پکارتا ہے۔

قَدْ تَحَيَّرْتُ فِيْكَ خُذْ بِيَدِيْ
يَا دَلِيْلًا لِمَنْ تَحَيَّرَ فِيْكَ

''میں تیری ذات میں فنا ہوں، اے اپنے محبوبوں کے راہنما میری دستگیری فرما۔''

ادھر سے آواز آئی۔

﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾ (الزمر:۵۳)

''اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، یقیناً اللہ تعالیٰ ہی تمام گناہوں بخشنے والا ہے۔''

اپنی درماندگی سے نہ گھبرانا:

مَنْ أَتَانِيْ يَمْشِيْ أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً

(بخاری: ۷۲۳۹، باب قول اللہ تعالیٰ ''ویحذرکم اللہ''، ومسلم: ۶۷۵۶، باب الحث علی ذکر اللہ)

''جو میری طرف چل کر آتا ہے، میری رحمت اسے دوڑ کر پکڑتی ہے۔''

آ! آ! اے بندہ آ! دریا نے کشش کی، قطرہ کو اپنی طرف کھینچا، جذب الٰہیہ نے سالک کو خلوۃ عمائیہ میں پہنچایا، اب نور احدیت چمکا:

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ (الاخلاص:۱)

کا راز کھلا۔ سالک فانی، سلوک فانی، فنا فانی، یعنی انا کو کھو کر فنا حاصل کی تھی، اب فنا کا شعور بھی غائب ہے تو حقیقۃً ایمان و عرفان تک رسائی ہوئی۔ یعنی ذات اگرچہ متصف بصفات متعددہ لیکن متحد۔

﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾

(البقرۃ:۱۶۳)

بذاتہ سمیع و بصیر و حکیم اور حی و قدیر و مرید و علیم ہے۔ یہ کیفیت جس پر گزرے وہی جانے، دوسرا اس کو کیا پہچانے۔ اس کا بیان اسی قدر سمجھ لو کہ سالک جسمانیت کو چھوڑ مثال سے منہ موڑ روح و سر سے گزر کر تجلیات افعالی، صفات و شیونات سے سے ذھول کر چکا ہے۔ اس کی تمثیل بلا تمثیل ایسی ہی ہے کہ کوئی عاشق زار دیدار یار کی تمنا میں دریار کو آستانہ کعبہ سمجھے، سر نیاز جھکائے، وہیں کا ہو رہا ہو۔ محبوب کو اس کی حالت زار پر رحم آئے اور اپنے مقربان خاص کو اجازت دے کہ اس کو

ہماری بارگاہ جلالت پناہ میں حاضر کرو۔ اب وہ وہاں پہنچ کر جملہ زیب و زینت کو دیکھے اور محبوب کا پتہ نہ پائے، اگر پائے تو صرف اتنا کہ چلمن سے، جھروکوں سے، تجلیات صفاتی فائض ہو کر کبھی اس پر غشی کا عالم طاری کر دیتی ہوں اور کبھی ہوش میں لے آتی ہوں۔ گویا ایک قسم کا شعور فنا باقی ہے۔ یہ عالم ہاہوت تھا۔ اب باھوت آیا۔ جب اس کی حیرت بڑھتی، لقاءِ محبوب کی تمنا جوش مارتی ہو کہ یکایک محبوب چلمن کو اٹھا طالب دیدار کا ہاتھ پکڑ کر کھینچے اور سینہ سے لگا لے اور عاشق کو فرط خوشی سے شادی مرگ ہو جائے تو بتاؤ کوئی شعور انا و فنا باقی رہا؟ کوئی نہیں۔

پس ظہور عمائیہ ہوتا ہے اور ذات مجرد سے تجلی ذاتی فائض ہو کر سالک کو فناء حقیقی سے نوازتی ہے اور اس سے شعور فنا کو بھی کھو دیتی ہے، فناء الفناء غیبۃ الغیبۃ اسی حالت کا نام ہے اور سالک کو فانی فی اللہ کہا جاتا ہے۔

گم شدن در گم شدن دین من است

کار از یہی ہے کہ یہاں ذات کے سوا کچھ اور باقی نہیں رہتا

﴿یَبْقَیٰ وَجْهُ رَبِّكَ﴾ (الرحمٰن:۲۷)

''اور آپ کے رب کی ذات کو ہی بقا ہے''

کی حقیقت کھلتی ہے اور

﴿سَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا﴾ (الانسان:۲۱)

''اور ان کا رب انہیں پاکیزہ مشروب پلائے گا۔''

کا جام طالب کو مست و مدہوش کر دیتا ہے، یہی حقیقت وحدۃ الوجود ہے، یہیں سے شطحیات کا صدور ہوتا ہے کیونکہ سالک پر:

﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ، لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ (غافر:۱۶)

''آج کس کی بادشاہی ہے؟ ایک قہار اللہ کی۔''

پیش آنے والا واقعہ طاری و مشاہدہ ہوتا ہے یعنی عالم صغیر کی قیامت قائم ہوئی، اس کے قویٰ و حواس معطل، مدعیان باطل اب فنا ہو چلے، تا آنکہ اس کا شعور بھی

باقی نہ رہا۔ ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْم﴾ صدائے ذات پیدا ہے، عالم صغیر میں کوئی جواب دینے والا نہیں، مرتبہ ذات سے ہی ﴿لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّار﴾ کا جواب ہے وہی أَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا أَنَا کی آواز جو شجرہ موسوی سے مسموع ہوئی تھی، شجرہ سالک سے أَنَا الْحَقُّ کا نعرہ بلند کرتی ہے اور سُبْحَانِیْ مَا أَعْظَمَ شَأْنِي کا ترانہ سناتی اور لَيْسَ فِیْ جُبَّتِي غَيْرَ اللّٰهِ کی خبر پہنچاتی ہے۔

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ أَوَّلًا وَ آخِرًا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ضمیمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حلقۂ ذکر پاک

سلسلہ علیمیہ قادریہ میں جو بھائی کسی ایک مقام پر اجتماع کی صورت میں مل بیٹھنے کی سہولت پاتے ہیں ان کے لیے شیخ قبلہ وکعبہ علامہ شاہ محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ونور اللہ تعالیٰ مرقدہ الکریم نے ایک عمدہ طریقہ عنایت کیا ہے جس کی تفصیل سب اہل سلسلہ کے لیے پیش کی جارہی ہے۔

حلقہ ذکر کی محفل یوں تو روزانہ بھی کی جاسکتی ہے مگر جہاں تمام بھائیوں کے لیے یہ سہولت میسر نہ آسکے تو وہ کم از کم ہفتہ میں ایک بار ہی سہی، جمع ہوں۔ اس کے لیے بیشتر اکابر تصوف نے جمعرات ہی کو پسند فرمایا ہے۔ نماز مغرب یا نماز عشاء ادا کرنے کے بعد سب برادران سلسلہ ایک صدر مقام پر حلقہ ذکر کی محفل منعقد کرنے کی نیت سے جمع ہوں۔ حلقہ کی صدارت امیر حلقہ، یا اس کی عدم موجودگی میں جو بھائی تقویٰ اور علم کے اعتبار سے سب حاضرین میں برتر سمجھے جائیں، کریں۔

اس محفل میں سب سے پہلے ختم خواجگان پڑھا جائے گا، جس کی ترتیب حسب ذیل ہے:۔

ختم خواجگان کی ترکیب

پہلے سورۃ الفاتحہ ایک بار اور سورۃ الاخلاص تین بار مع درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب حضور انور ﷺ، اور صحابہ کبار واہل بیت اطہار اور جمیع اولیاء واصفیاء واتقیاء وجمیع امت سید ابرار ﷺ الی یوم القرار کی ارواح کو پہنچائیں۔ پھر مندرجہ ذیل طریقہ

سے ختم خواجگان شروع کریں:۔

اول۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷ بارسورۃ الفاتحہ

دوم۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۹ بارسورۂ الم نشرح

سوم۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۰ بار درود شریف

چہارم۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۰۰ (ایک ہزار) بارسورۃ الاخلاص

پنجم۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۰ بار درود شریف

ششم۔۔۔۔۔۔۔۔ سو، سو بار مندرجہ ذیل اسماء الحسنیٰ:۔

۱) يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ ۲) يَا دَافِعَ الْبَلِيَّاتِ

۳) يَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ ۴) يَا شَافِيَ الْأَمْرَاضِ

۵) يَا كَافِي الْمُهِمَّاتِ ۶) يَا حَلَّ الْمُشْكِلَاتِ

۷) يَا مُسَبِّبَ الْأَسْبَابِ ۸) يَا مُفَتِّحَ الْأَبْوَابِ

۹) يَا مُجِيْبَ الدَّعْوَاتِ ۱۰) يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

۱۱) آمِيْن۔

اس کے بعد جس طرح شروع میں سورہ فاتحہ ایک بار اور تین بار سورہ اخلاص اور ایک بار درود شریف پڑھ کر ایصال ثواب کیا گیا تھا، اسی طرح آخر میں تمام ختم شریف کا ایصال ثواب کیا جائے۔

نوٹ: شمار کرنے کے لیے ۱۱۰ بادام کے دانے لیں، دو دانے میر مجلس اپنے پاس رکھے ۱۰۰ بادام کے دانوں میں سے شروع میں ۲۱ دانے علیحدہ رکھیں تاکہ ۷۹ دانوں پر سورۂ ''الم نشرح'' پڑھی جاسکے۔

اب پہلے انگلیوں پر شمار کر کے سورۃ الفاتحہ اس طرح پڑھیں کہ سب بھائیوں کے پڑھنے کی تعداد سات ہو جائے۔ پھر ۷۹ بار سورۂ ''الم نشرح'' علیحدہ کردہ دانوں کے مطابق پڑھیں۔ پھر ۲۱ دانے جو علیحدہ کر دیئے گئے تھے ملا دیں۔ پھر

ان ۱۰۰ دانوں پر درود شریف پڑھیں۔ پھر انہیں سو دانوں کو ۱۰ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنے کے لیے استعمال کریں تاکہ ایک ہزار کی تعداد پوری ہو جائے۔ ان دس مرتبہ کی گنتی امیر حلقہ ان دس دانوں سے کرے گا جو اس کے پاس علیحدہ رکھے ہوں گے۔ اسی طرح باقی تسبیحیں ۱۰۰، ۱۰۰ کی پوری کریں۔ شمار کرنے کے لیے یہ طریقہ رائج کیا گیا ہے جو سہل بھی ہے اور باعث اطمینان بھی، اور جو اسرار اس میں پائے جاتے ہیں وہ اہل دل حضرات سے پوشیدہ نہیں، اس ختم شریف کی مشہور برکت جو چلی آرہی ہے وہ یہ ہے کہ اس کا ورد رکھنے والا کبھی رزق کے لیے محتاج نہیں رہتا، والغیب عند اللہ۔ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ۔

حلقہ ذکر کی ترکیب

پہلے سورۂ فاتحہ ایک بار، سورۂ اخلاص تین بار اور درود شریف ایک بار کا ہدیہ پیش فرمائیں۔ ذکر شروع کرنے سے پہلے چند باتیں غور کے قابل ہیں ان پر عمل کریں، یعنی:۔

سب بھائی اس طرح بیٹھیں جس طرح نماز میں قعدہ کی حالت میں بیٹھتے ہیں۔۔ اگر کوئی بھائی بوجہ عذر شرعی، بیماری، یا ضعف اس طرح نہ بیٹھ سکیں تو وہ چہار زانو ایسے بیٹھیں کہ پاؤں زانوں کے نیچے دبے رہیں۔۔!

اس کے بعد اپنی توجہ کو خالصۃً لوجہ اللہ یکسو کریں، یعنی تمام دنیاوی، شیطانی اور نفسانی وسوسوں سے دل کو خالی کرلیں۔

ظاہر ہے جب قلب یوں یکسو ہوگا تو یہ محسوس ہوگا کہ گناہوں کی سیاہی نے قلب کو گھیر لیا ہے، اب اس کے صاف کرنے کے لیے بارگاہ غفور رحیم میں اپنی غفلت پر ندامت کا اظہار ہو۔۔

اس ندامت کے آنسوؤں سے قلب کی سیاہی کو صاف کرنے کی نیت سے أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَ

أَتُوبُ اِلَيْهِ تین بار کہا جائے گا۔

جب دل اس طرح صاف ہوا تو زبان سے اقرار اور قلب سے تصدیق کے ساتھ کلمہ شریف پڑھا جائے گا، یعنی:

أقول: لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ(ﷺ)

اور یوں شہادت دیجائے گی:۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ

صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

اس کے بعد ذکر مبارک کی پہلی تسبیح لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰه سو بار پڑھی جائے گی۔ اس کی ترکیب ذہن نشین کر لی جائے۔

چونکہ مل کر ذکر ہو رہا ہے، یہ ممکن ہے کہ کسی وقت کسی بھائی کی تسبیح کی آواز میں فرق آجائے، یعنی یا وہ جلدی شروع کر رہا ہو یا دیر میں ختم کر رہا ہو۔ ایسی صورت میں جب کسی بھائی کی آواز امیر حلقہ کی آواز سے نہ مل رہی ہو تو وہ اسی وقت اپنی تسبیح کو روک لے اور جب دوسری تسبیح شروع ہو اپنی آواز کو ملا کر پڑھے۔ ایسا کرنے سے توجہ نہیں ہٹے گی اور یکسوئی ہوگی۔

لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰه کو تین حصوں پر منقسم سمجھیں:۔

پہلا حصہ "لَا" جس کے معنی "نہیں ہے کوئی"۔ دوسرا حصہ "اِلَهَ" جس کے معنی ہیں "معبود" اور تیسرا حصہ "اِلَّا اللّٰهُ" جس کے معنی ہیں "سوائے اللہ کے"۔

جب معنی ذہن نشین ہو جائیں تو ذکر شروع کریں۔

پہلے "لَا" کی آواز نکالنی ہوگی۔ اس وقت توجہ میں اس آواز کی ابتداء مقام نفس سے کریں، یعنی ناف سے آواز کو اٹھاتے ہوئے اپنے سیدھے کندھے تک لائیں، اس میں ان تمام وسوسوں کی نفی ہوگی جو نفس امارہ سے پیدا ہوتے ہیں، کندھے

کے مقام کو شیطان کے وسوسوں کی آماجگاہ سمجھیں۔ اس کی بھی نفی آواز کے ختم ہونے پر ہو جائے گی۔ اب اِلٰہ کی آواز کو یہاں سے اٹھاتے ہوئے دماغ سے خارج کرتے ہوئے عرش کی طرف متوجہ ہوں۔ جب نفس و شیطان کے وسوسوں سے ذہن خالی ہو کر متوجہ الی اللہ ہوا تب عرش سے قلب کی جانب اِلَّا اللّٰہُ اللہ کی تین ضربیں اس طرح دیجئے:۔

اِلُ۔ لَلُ۔ لَہ (اِلَّا اللّٰہُ) یہ ایک بار ہوا۔ اسی طرح لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر سو بار کیا جائے گا۔

اس کے بعد چند لمحوں کے لیے مراقب ہو جائیں، آنکھیں بند، زبان بند، تالو سے لگی ہو۔ قلب سے خیالات ختم۔ توجہ صرف فضل مولیٰ کی جانب۔ سالک یہ خیال کرے کہ اس کے شیخ دامت برکاتہ کے قلب کے واسطہ سے انوار باری تعالیٰ کا نزول اس کے قلب پر ہو رہا ہے۔ جب کچھ لمحہ مراقب ہونے کے بعد سکون کی کیفیت طاری ہو تو مراقبہ سے باہر یوں کہتے ہوئے آئے:۔

حق حق حق لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

دوسری تسبیح: ''اِلَّا اللّٰہُ'' کی ہے۔ عرش سے قلب تک تصور قائم کرتے ہوئے ایک سانس کے ساتھ اِلَّا اللّٰہُ کی تین ضربیں قلب پر دیجئے۔ اسی طرح سو بار کیجئے۔ پھر حسب سابق مراقبہ فرمائیے۔

تیسری تسبیح: ''اللہ'' کی ہے۔ تین ضربوں کے ساتھ ایک سانس میں اس طرح ادا کیجئے:۔

ال۔لا۔ہ یہ تسبیح سو بار پوری کیجئے۔ پھر حسب سابق مراقبہ کیجئے۔

مراقبہ سے فارغ ہو کر شجرہ شریف پڑھا جائے اور دعا کی جائے، پھر سب احباب درود شریف پڑھتے ہوئے کھڑے ہو کر اپنی توجہ سوئے روضۂ انور محمد رسول اللہ ﷺ کرتے ہوئے بہ ادب صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ پیش کریں۔ پھر اس ذکر پاک کا

ایصال ثواب کریں اور فاتحہ شریف پر ختم کریں۔

اس کے بعد نماز پڑھیں۔ یا اس سے فارغ ہو چکے ہوں تو اللہ کی یاد میں مستغرق رہتے ہوئے آرام کریں۔ فضول گوئی سے زبان کو روکیں۔ یوں تمام رات عبادت کا ثواب پائیں۔ تہجد پڑھیں اور پھر نماز فجر با جماعت پڑھیں۔

وَمَا تَوْفِیْقُنَا اِلَّا بِاللّٰهِ۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

محمد جعفر بی۔اے
ناظم عمومی، الحلقۃ العلیمیۃ القادریۃ العالمیۃ
کراچی

فروغِ اہلسنّت کیلئے امامِ اہلسنّت کا دس نکاتی پروگرام

(۱) عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمیں ہوں

(۲) طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں

(۳) مدرّسوں کی بیش قرار تنخواہیں اُن کی کارروائیوں پر دی جائیں

(۴) طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دیکر اس میں لگایا جائے۔

(۵) اُن میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دیکر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً و وعظاً و مناظرۃً اشاعتِ دین و مذہب کریں

(۶) حمایتِ مذہب و ردِّ بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنّفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں

(۷) تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مُفت تقسیم کئے جائیں۔

(۸) شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبیٔ اعداء کے لئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔

(۹) جو ہم میں قابلِ کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انھیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

(۱۰) آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایتِ مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ "آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا" اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا کلام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲، صفحہ ۱۳۳)

RAZA OFFSET, BOMBAY-3.